An International Literary Urdu Magazine Globally Circulated

ماہنامہ

قندیل ادب انٹرنیشنل لندن

شمارہ:88ماہ اپریل2020ء

QINDEEL-E-ADUB INTERNATIONAL
80 STRATHDONE DRIVE LONDON SW17 0PW
(M) 0044-7886-304637, 0044-2089449385
www.qindeel-e-adub.co.uk ranarazzaq52@gmail.com

लंदन से सबसे अधिक प्रकाशित होने वाला उर्दू अदब का मात्र अंतरराष्ट्रीय मैगजीन।

لندن سے شائع ہونے والا میدانِ ادب کا واحد کثیرالاشاعت بین الاقوامی اردو میگزین

قندیل شعروسخن برطانیہ۔رپورٹ صفحہ 8 پر ملاحظہ فرمائیں

(والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم (WFPCF) کی ماہانہ ادبی نشست رپورٹ صفحہ 33 پر ملاحظہ فرمائیں)

Earlsfield Properties

Professional Residential Property Management Services

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed
Rent Schemes for 3 & 5 years.

Free Management Services
Guaranteed Vacant Possession.

Get it Right

- ✓ Member National Landlord Association
- ✓ Member Deposit Portection Schemes
- ✓ Member The Property Ombudsman Scheme
- ✓ Winner of Pakistan Achievement Award 2014 (Excellence Management)
- ✓ Vastly Experience in Housing Benefits Clients.

PLEASE CONTACT: NAVEED SARWAR (MA EUROPEAN REAL ESTATE)

175 Merton Road, London SW18 5EF

Tel: 02082656000 02088770762
Fax: 02088749754
Email: info@earlsfieldproperties.com
Web: www.earlsfieldproperties.com

مجلس ادارت

بانی اراکین

خان بشیر احمد رفیق مرحوم

آدم چغتائی مرحوم

مدیر

رانا عبدالرزاق خان

اراکین ادارتی بورڈ

ڈاکٹر منور احمد کنڈے، رضیہ اسمٰعیل برمنگھم، رند ملک کنیڈا، اسلم ناصر آسٹریلیا، ثقلین مبارک آسٹریلیا، رانا مبارک احمد بحرین، بشیر احمد خان سویڈن، راجہ منیر احمد، ڈاکٹر منصور خوشتر بھارت، منور احمد خورشید۔ امجد مرزا امجد، طارق مرزا آسٹریلیا، عبدالقدیر کوکب، بشارت احمد چیمہ۔

التماس

تمام دوستوں سے التماس ہے کہ اپنی شعری ونثری تخلیقات اور ادبی پروگرام کی رپورٹیں وغیرہ برائے اشاعت بصورت ''اِن پیج اردو'' فائلز مع تصاویر ای میل سے روانہ فرمائیں۔ ''قندیل ادب انٹرنیشنل'' بیسیوں ممالک میں لاکھوں اردو قارئین کے زیر مطالعہ رہتا ہے۔ میگزین کے مندرجات پر آپ کے کمنٹ یا مختصر تبصرے ہمیں اپنا محاسبہ کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ مضامین کے ساتھ ضروری حوالہ جات آپ کے مضامین کی افادیت کو بڑھاتے ہیں۔ آپ کی بھیجی ہوئی تمام تصاویر وغیرہ ''کاپی رائٹ فری'' ہونی چاہئیں۔

شکریہ E-mail: ranarazzaq52@gmail.com

IMPORTANT ANNOUNCEMENT

"Qindeel-e-Adab International" magazine is a non-commercial and non-profit e-product, as well as on paper, internationally distributed free of cost for the promotion of bi-lingual poetry, fiction, informative multi purpose interesting articles etc in Urdu alphabet in the UK and Europe under the sole ownership of its Chief Editor Abdul Razzaq Khan of the address as stated elsewhere within this magazine for delivery of documents.

The magazine and the contents herein DO NOT relate to a political, religious or a social group whatsoever. The Editor does not necessarily agree with the opinions expressed by the article writers, poets etc..

Although the e-magazine is FREE OF COST to all, yet for ON PAPER copies of the magazine we do expect a reasonable amount of donation to cover the costs of printing, postage and packing for all countries as stated) Chief Editor.

فہرست مضامین

کرونا وائرس کا ڈر کا کاروبار	رانا عبدالرزاق خان	4
غزل کرونا سے نجات۔	محمد اسحاق عاجز۔ خواجہ عبدالمومن نارو ے	4
اظہار خیال: چاندکی گود میں، فرخندہ رضوی خندہ ریڈنگ۔ محمد اشفاق ایاز، پاکستان		5
کرونا وائرس اور مفتی آمنے سامنے	چوہدری نعیم احمد باجوہ	6
شکرانہ عمرہ وزیارت	مدیر	7
محفل مشاعرہ۔ قندیل شعروسخن برطانیہ	اطہر حفیظ فراز	8
غزلیات: ڈاکٹر پروفیسر عبدالکریم خالد، اتباف ابرک، ایم اے دوشی، ایم اے گلشن، ایم زیڈ کنول، ایم شیراز انجم، انجم عثمان، ام عمارہ، امین اوڈیرائی، امین عاصم، اویس قیصر، ایوب بیگ دانش، کرنل باصر نسیم، پرویز مظفر، تبسم فاطمہ رضوی، پریم ناتھ بسمل، تسنیم زمان سحر، تسنیم صنم، تمثیلہ لطیف، تنویر اشرف، تنویر پھول، توقیر سید، جابر نظامی، جاوید شاہد، جسارت خیالی، جگدیش پرکاش، جمیل اختر شفیق، جمیل ارشد خان، حسن چشتی، حسیب جمال، حسین ساحر، سید خادم رسول عینی، خالد ندیم شانی، خان حسین عاقب، خضر حیات خضر، توقیر سید، اقبال طارق، کوکب بن فائق، طاہر عدیم، طفیل عامر، احمد منیب، سرور پنڈولوی، سلطان ساجد، سلطان سکون، سیدہ زرنین مسعود، سلیم آکاش، شاکر کنڈان، شاہ رخ ساحل تلسی پوری، شاہد بخاری، شاہ نواز سواتی، ڈاکٹر شاہد رحمان، شکیل ابن شرف، شکیل میواتی، شفقت علی عاصمی، شگفتہ شفیق، شمشاد سرائی، شمشاد شاد، شہباز ندیم ساحر، شہزاد بزمی، ڈاکٹر شہباز مزمل، شہزاد نیئر، شوکت حیات تابش، شیریں گل رانا، صابر جاذب، صدیق سورج، صدیق راز، طارق امام کوکب، طاہر بیگ دہلوی، سید طاہر شیرازی، ظفر فاروقی، ظہیر الدین شمس، میجر عادل ورد، عامر لیاقت عامر، عامر شریف، عامل سلطانپوری، عاصم عاصی، عامر عباس ناصر اعوان، عامر عسکری، عاصم تنہا، عباس شمسی، عبدالجبار طارس، عبدالعزیز عزیز، عبداللہ نعیم رسول، عبدالخالق آرزو، عبدالکریم اطہر، عبدالحیٔ بشارت، عتیق الرحمن صفی، عذرا ناز، عرفان حسین اظہر، عرفان عابدی مانٹوی، ڈاکٹر عزیز احسن، عزیز بلگامی، عدیل احمد، عثمان عبدالقیوم، عثمان قیصر، عطار اٹھور عطار، عظمیٰ رحمٰن ہاشمی، علی شیدا، عمر تنہا، سید عمران علی شاہ، عینی زا سید، غلام فرید طاہر، غوشیہ سلطانہ، فراغ روہوی، فرزانہ فرحت، فریدہ انجم، ڈاکٹر فریاد آذر، ڈاکٹر فیروز حیدری، فیصل مضطر، فیضان فیضی، کاشف صہیم، کامران غنی صبا، کامران اعظم سوہدروی، کلیم اللہ کلیم، کنول فیروز، کوثر ایمن، فوزیہ اعوان، فہیم کاظمی، مبشر شہزاد گلاسگو، کریم بلال عظیمی، کلیم ضیاء، صائمہ جبین مہک		9 تا 26
ادبی نشست بزم شعروسخن سمبڑیال سیالکوٹ	طاہر احمد زاہد	27
علمائے سُو اور اسٹیج اداکار امان اللہ کی تدفین	رانا عبدالرزاق خان	29
واہ عالیجاہ واہ	چوہدری نعیم احمد باجوہ	30
اصل اقبالیات	رفیع رضا	31
والتھم فاریسٹ پاکستانی کیمونٹی فورم کی ماہانہ ادبی نشست	امجد مرزا امجد	33
قدسیہ بانو کا مضمون۔ مردہوس کا پجاری	ادارہ	34
سائنس ہمیں کہاں سے کہاں لے آئی	رجل خوشاب	35
جستہ جستہ	عطاء القادری طاہر	36
ڈھاکہ کی ادبی سرگرمیاں	سرور غزالی	41

کرونا وائرس! ڈر کا کاروبار..!

(رانا عبدالرزاق خان)

دنیا کے اربوں انسانوں کو بیوقوف بنا کر اربوں ڈالر کماتے ہیں وائرس جن کا کاروبار ہے دھندہ ہے وہ میڈیا سمیت ایک بڑا مافیا بنا کر اسے خوفناک جنات، بھوت پریت کی شکل میں دکھا کر دنیا کے اربوں انسانوں کو بیوقوف بنا کر اربوں ڈالر کماتے ہیں آپ یاد کیجیے کس طرح ایک دم کوئی ایک وائرس سارے میڈیا پر نمودار ہوتا ہے پھر اس کا خوف پھیلایا جاتا ہے اور دھندہ شروع ہو جاتا..!

ہدایات: ہر قسم کے وائرس سے محفوظ رہنے کا اصلی علاج تو قوت مدافعت امیون سسٹم کو مضبوط کرنا ہے لیکن اگر گھر میں کوئی کمزور قوت مدافعت والا فرد ایسے کسی بھی وائرس کا شکار ہو جائے تو ایک آسان قدرتی علاج جو پہلے تین گھنٹے میں اپنا اثر دکھاتا ہے اور مریض تین دن میں مکمل ٹھیک ہو سکتا ہے جیسے ہی وائرس کی ابتدائی علامات نظر آنے لگیں مثلاً بخار گلا خراب نزلہ زکام چھینکیں جسم پر کوئی سرخ نشان یا لیبارٹری ٹیسٹ یہ بتا دے کہ جسم میں کوئی وائرس داخل ہو گیا ہے تو فوری طور پر مریض کو مالٹا، موسمی، کینو کا تازہ جوس بنا چھانے پلانا شروع کر دیں دن میں کم از کم آٹھ گلاس جوس پلائیں ہر قسم کا پکا ہوا اور سولڈ فوڈ بند کر دیں اگر سہولت سے تازہ کوکونٹ واٹر مل جائے تو وہ بھی چھ سے آٹھ گلاس پلائیں۔ انشاءاللہ

پہلے تین گھنٹے میں علامات بخار، کھانسی، نزلہ زکام، چھینکیں کم ہونے لگیں گی پہلا دن مکمل طور پر صرف جوس دیا جائے۔ دوسرے دن جوس کہ مقدار کم کر دیں اور کھیرا، ٹماٹر کی سلاد کھلایئے تیسرے دن کم گھی، کم نمک کے ساتھ موسم کی سبزیاں پکا کر کھا سکتے ہیں۔ آخری بات خوفزدہ نہ ہوں اللہ پر توکل رکھتے ہوئے قدرتی علاج کیجیئے اپنے فیملی معالج سے رابطے میں رہتے ہوئے ضروری چیک اپ ٹیسٹ کے ساتھ ساتھ یہ نیچرل علاج انشاءاللہ بے شمار دواؤں سے محفوظ رکھے گا۔

اللہ کریم آپ سب کو صحت وتندرستی کے ساتھ ساتھ دنیا وآخرت کی ہر نعمت ہر آسانی عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

کرونا سے نجات

محمد اسحاق عاجز لندن

دنیا میں نذیر آیا دنیا نے نہ پہچانا
اور اس کا ہر اک دعویٰ بس جھوٹ ہی گردانہ
کچھ لوگ خدا والے جب ساتھ ہوئے اس کے
تو قادر مطلق نے ان سب کو سوا جانا
ایک ایسا بھی وقت آیا تہہ تیغ ہوئی دنیا
طاعوں کی وبا پھیلی ہوئیں بستیاں ویرانہ
بشارت دی مسیحا نے آیگا جو دار اس کے
اللہ بچائے گا اس کو تو معجزانہ
دیکھا پھر دنیا نے جو آئے تھے اس کے دار
ان سب کو ملی راحت اور فیض کریمانہ
پھر آج کرونا ہے دنیا کو نگلنے کو
کتنے ہی شکار اس کا ہو جاتے ہیں روزانہ
ہے وقت کہ پہچانو اللہ کے حکموں کو
تا تم کو دکھائے پھر اک صفت وہ رحمانہ
لگ جاؤ دعاؤں میں اللہ کی پناہ مانگو
تا تم کو ملے اس سے اک شفقت پدرانہ
وہ دارِ مسیحا تھا یہ دارِ خلافت ہے
ہو جاؤ جمع اسمیں عاجز کہے دیوانہ

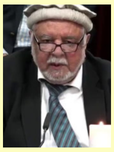

خواجہ عبدالمومن ناروے

کرونا نے سارے جہاں کو ہلایا

جو سوئے ہوئے تھے انہیں بھی جگایا
بھولے ہوئے تھے جو اپنے خدا کو
انہیں بھی ہے اپنا خدا یاد آیا
دعاؤں سے صدقہ سے اور نیکیوں سے
ہر آفت، مصیبت خدا ٹال دیگا
توبہ کریں گے صبح و شام گر ہم
حفاظت کی مولا ہمیں ڈھال دے گا

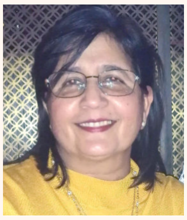

اظہار خیال

چاند کی گود میں

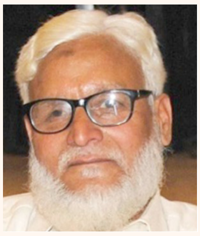

فرخندہ رضوی خندہ ؔ ریڈنگ برطانیہ
مصنف (محمد اشفاق ایاز) پاکستان

طنز و مزاح ایک ہی صنف کے دو پہلو ہیں، طنز کریں تو کرنے والا شاید مطمئن ہو جائے مگر جس پر کی جائے وہ کچھ دیر کے لیئے پورے کا پورا بدحواسی کا شکار ہو جاتا ہے۔ ان دو لفظوں کی تعریف ہر کوئی اپنے ہی انداز میں کرتا ہے ویسے دیکھا جائے تو مزاح کا مقصد قہقہے لگانا نہیں ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھرانا ہے اگر ویسے کبھی کبھار قہقہہ بھی لگا لیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ طنز کو مزاح سے الگ الگ بھی کیا جا سکتا ہے مگر جو انہیں جوڑے رکھنے میں مزا ہے وہ جدا کرنے میں نہیں۔ ان دو لفظوں کی شگفتگی میں بہت بار سبق بھی نمایاں نظر آنے لگتا ہے۔ کوئی طنز و مزاح کو ایک صنف مانتا ہے تو کوئی اسے اسلوب کا درجہ دیتا ہے۔ جس طرح دوسرے ادب کو سنجیدگی سے لیا جاتا ہے طنز و مزاح کو غیر سنجیدہ لیا جاتا ہے۔ ایسے ادب کی تخلیق خاص کر وہی کرتے ہیں جنکا تجربہ بہت وسیع اور طنز و مزاح کا شغف بھی رکھتے ہیں۔ چاند کی گود۔ میں اُترنے کیلئے مجھے اتنی سی تمہید تو باندھنی ہی تھی آج مجھے چند لفظ اس کتاب کی تحریروں کو پڑھنے کے بعد لکھنے کا حکم صادر ہوا۔ میرا محترم بھائی اشفاق ایاز صاحب سے بہت محبت و احترام کا رشتہ پچھلے کئی سالوں کی رفاقت پر مختص ہے۔

آج مجھے ان پیج فائل محصول ہوئی جس میں ''چاند کی گود میں'' محترم بھائی اشفاق ایاز کی تیس روزہ چاند میں شائع ہونے والی تمام نگارشات، خوبصورت و دلچسپ طنز و مزاح سے بھرپور تحریروں کو یکجا کر کے ایک کتابی شکل دی گئی ہے۔ مجھے کبھی تیس روزہ چاند پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا مگر آج چاند کی گود میں شائع ہونے والی تمام تحریروں کو پڑھنے کا موقع ملا۔ ہر تحریر ہی اپنی جگہ بہت دلکش ہر کہانی میں اپنی ہی خوبصورتی نمایاں نظر آئی اور انداز تحریر اپنی طرف متوجہ کرتا ہی چلا گیا۔ مزاح کا فن اتنا آسان نہیں کہ اسمیں تسلسل کو آسانی سے برقرار رکھا جا سکے۔ لکھاری کی مہارت اسے شروع سے آخر تک بہترین انداز میں لے جائے تبھی اُسے فنکار بنا دیتی ہے۔ طنز و مزاح کا فن ہر کوئی نہیں اپنا سکتا۔ چاند کی گود میں کی سبھی تحریریں اپنے اندر مزاح کا اسلوب لیئے اپنی طرف متوجہ کرتی ہی چلی جاتی ہیں مگر کچھ خاص تحریروں نے تو ہونٹوں پر بے تحاشہ مسکراہٹ بکھیر دی، ایک تحریر کا عنوان نائب قاصد صاحب، مظہر شاہ کی مزاحیہ عادت کو بیان کرتے ہوئے چار چاند لگا دیئے۔ ویسے ہر تحریر میں ہنسنے و مسکرانے کے تمام لوازمات موجود ہیں قاری کو ایک تحریر ختم ہوتے ہی دوسری تحریر اپنی طرف متوجہ کرتی ہی چلی جاتی ہے۔۔

یہاں اتنا کہتی چلوں کہ بھائی محمد اشفاق ایاز صاحب کا یہ سفر جاری و ساری رہنا چاہیے علم کی دنیا کا ایک قابل قدر ستون ہیں ان کی شعوری، بیداری اور مزاح سے بھرپور تحریروں کا سلیقہ انہیں طنز و مزاح نگاروں کی صف میں کھڑے ہونے کا فخر عطا کرتا ہے۔

اس مجموعے کی تمام تحریریں پڑھنے کے بعد اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بہت سی تحریریں قاری کو اپنی جانب از خود متوجہ کرتی اور اس بات کا احساس دلاتی گزرتی ہیں کہ اس گزرتے وقت کی گُھٹن میں طنز و مزاح کی کس قدر ضرورت ہے۔ چند عنوان تو پڑھتے ہی مسکراہٹ ہونٹوں پر خود بخود چمک اُٹھتی ہے مثلاً ٹنڈ اور بیگم، بیگم کا روزہ وغیرہ۔ تحریروں کا مزا لینے کیلئے کتاب تو قاری کو پڑھنی ہی پڑھے گی۔ آخر میں بہت سی دعائیں کتاب کے مصنف محترم محمد اشفاق ایاز صاحب کیلئے یہ ظرافت کا سفر رواں دواں رہے۔ ایسے ادب کی بہت ضرورت ہے۔ طنز و مزاح لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی ہر قاری پر فرض ہے۔

کتاب کی اشاعت پر بہت بہت مبارک　　　　چاند کی گود میں کا سفر میرے سنگ آج اتنا ہی تھا۔

مودبانہ گزارش:: قارئین سے گزارش ہے کہ دسمبر ۲۰۱۹ء سے تمام قارئین کا ماہانہ چندہ ختم ہو گیا ہے۔ فی کاپی دو پونڈ اور بذریعہ ڈاک اگر ارسال کیا جائے تو تین پونڈ بن جاتے ہیں۔ براہ کرم اس کی ادائیگی ضرور کریں۔ اس کی تیاری کمپوزنگ، ڈیزائننگ، پرنٹنگ پر کافی اخراجات ہوتے ہیں۔ اس لئے مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں رقم ارسال فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ جزاکم اللہ

HSBC London UK A/C 04726979

Sort Code 400500

رانا عبدالرزاق خان لندن (M) 0044-7886-304637, 02089449385

کرونا وائرس اور مفتی آمنے سامنے

(چوہدری نعیم احمد باجوہ)

ایک بدو آیا اور مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ بعض لوگ اسے منع کرنے کے لئے آگے بڑھنے لگے تو رسالت مآب ﷺ نے فرمایا رک جاؤ۔ اسے اپنی ضرورت پوری کرنے دو۔ بعد میں اس جگہ پانی بہا دو۔ مقصد یہ کہ لوگوں پر سختی نہ کرو۔ اپنی ہٹ دھرمی اور سختی دکھا کر انہیں دین سے متنفر نہ کرو۔ کسی کم علم کی غلطی اور کوتاہی پر بھی محبت، پیار اور جذبہء ترحم پیش نظر رہے۔ ایک اور پہلو عقائد اور فرائض کا ہے۔ نماز روزہ فرائض اور بنیادی ارکان اسلام میں شامل ہیں۔ ان میں کتنی گنجائش ہے وہ بھی ملاحظہ ہو۔ بیمار اور مسافر ہو تو روزے بعد میں رکھ لو۔ بیماری کی وجہ سے کھڑے نہیں ہو سکتے تو نماز بیٹھ کر پڑھ لو۔ تکلیف زیادہ ہے بیٹھ نہیں سکتے تو لیٹ کر پڑھ لو۔ اشارے کنائے میں پڑھ لو۔ سفر میں ہو تو نماز قصر کر لو۔ وضو کے لئے پانی نہیں تو تیمم کر لو۔ اسلام کو اسی لئے دین فطرت کہا گیا کہ اس کے احکام میں انسانی ضروریات، حالات، تکالیف، بشری کمزرویوں اور نزاکتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔ پر کیا کریں ایسے مفتیانے پن کا جو گفتگو میں تو تصنع کی حد تک دھیما پن ظاہر کرتا ہے پر لوگوں کو کوئی رعایت دینے کو تیار نہیں۔ صرف اپنا پگڑ اونچا رکھنے کی خاطر فی زمانہ سب سے بڑی انسانی بقا کی ضرورت کے باوجود مفتی بضد ہے کہ نماز کا اجتماع تو کریں گے۔ جمعہ تو ہر حال میں مساجد میں ہوگا۔ نماز با جماعت موقوف نہیں کی جا سکتی۔ جمعہ چھوڑا نہیں جا سکتا۔ ہے کوئی ان سے پوچھنے والا کہ بیماری سفر، اور دوسری بشری ضروریات کی وجہ سے کیا کبھی کوئی نماز با جماعت آپ سے نہیں چھوٹی۔ کوئی جمعہ کبھی پڑھنے سے نہیں رہا۔ جب ایک فرد کی ضرورت، بیماری یا بیمار پڑنے کے احتمال کی وجہ سے اسے اجازت ہو سکتی ہے تو اجتماعی بیماری یا بیماری کے خدشے کی وجہ سے افراد کو اجازت کیوں نہیں مل سکتی۔ ایک فرد کو بیماری کا اندیشہ ہو تو اسے اجازت۔ لیکن اجتماعی بیماری کا خطرہ ہو تو مساجد میں نماز با جماعت عارضی طور پر موقوف کیوں نہیں ہو سکتی؟

پھر سن لیجئے سرور کائنات ﷺ نے حنین کے موقع پر حدیبیہ کے موقع پر صرف سردی اور بارش کی وجہ سے نماز با جماعت موقوف کی اور اپنے اپنے گھروں اپنے اپنے خیموں میں نماز پڑھنے کا اعلان کروایا۔ حضرت ابن عباس اور عبداللہ بن عمر نے اپنے اپنے وقت میں ضرورت کے وقت **صلوا فی رحالکم** ”کہ نماز با جماعت کے لئے مسجد میں آنے یا اکٹھے ہونے کی ضرورت نہیں اپنے اپنے گھروں اور خیموں میں نماز ادا کرو“ کی صدا لگوائی۔ ایسا اعلان روزانہ کی فرض نمازوں پر بھی ہوا اور نماز جمعہ کے متعلق بھی۔ صحیح بخاری سے لے کر مسند احمد بن حنبل تک کتب احادیث ان واقعات پر گواہ ہیں۔ ایک اصولی حکم جس کا تذکرہ آج کل بار بار ہو رہا ہے کہ وہاں نہ جاؤ جس جگہ وبا پھیلی ہوا ور نہ وہاں سے نکل کر ایسے علاقے میں جاؤ جہاں ابھی وبا پہنچی نہیں۔ سید ولد آدم ﷺ کے ان الفاظ سے بڑھ کر قرنطینہ کی تعریف اور کیا ہو سکتی ہے۔؟ احادیث میں لفظ ”ارض“ استعمال ہوا ہے۔ جس سے ملک، علاقہ، صوبہ، شہر، گاؤں، محلہ حتی کہ گھر بھی مراد لیا جائے گا۔ یعنی کوئی جگہ، کوئی خطہ زمین چھوٹے سے چھوٹا یا بڑے سے بڑا۔ جہاں وبا موجود ہو دوسروں کو بچانے کے لئے وہاں سے نہ نکلو اور خود بچنے کے لئے اس جگہ نہ جاؤ جہاں بیماری ہو۔ ایک اور پہلو دیکھ لیجئے۔ لہسن، پیاز یا ایسی چیز جس کی بدبو سے دوسرے نمازی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو کھا کر مسجد آنے سے منع کیا گیا ہے حالانکہ اس سے وقتی کراہت ہو سکتی ہے کوئی بیمار نہیں پڑ سکتا۔ تو ایسے بیمار، جس سے بیسیوں لوگوں کے بیمار پڑنے کا احتمال ہو، کو مسجد سے روکنا جائز کیوں نہیں ہوگا۔ پھر جب معلوم ہی نہ ہو رہا ہو کہ کون بیمار پڑ چکا ہے اور کون کون وائرس کے پھیلانے میں مددگار ہو رہا ہے تو پھر اجتماعی ذمہ داری کا ثبوت یہی ہوگا کہ زندگیاں بچانے کی خاطر نماز اور جمعہ کے اجتماعات وقتی طور پر موقوف کر دئے جائیں۔ تھوک کے حساب سے پائے جانے والے مفتیان، چھوکے سرکاروں اور جبہ پوشوں کو خبر بھی ہے کہ زندگی کی قیمت کیا ہے؟ سن لیجئے! ایک قتل ناحق کا مطلب گویا ساری دنیا کو قتل کر دینا ہے۔ اور ایک انسانی جان بچانے کا مطلب گویا انسانیت کو بچا لیا ہو۔ زندگی بچانے کی خاطر حرام قرار دی گئی اشیاء کے استعمال کی بھی اجازت عطا ہوئی۔ ایک طرف زندہ رہنے کے لئے سور بھی کھانا پڑے تو کھا لیں کا خدائی حکم۔ اور دوسری طرف زندگیاں بچانے کی خاطر صرف نماز با جماعت اور جمعہ کے اجتماع کو موقوف کرنے کی حقیقی ضرورت۔ آپ فتوؤں کی پٹاری لے کر دین سے متنفر کرنے آ گئے ہیں۔ بضد ہیں کہ ایسا ہونے نہ دیں گے۔ مفتی صاحب! انسانیت کو بچانے کا درس دیجئے۔ لوگوں کو خوشخبری اور بشارتیں دیں۔ ان کو دین سے متنفر نہ کریں۔ آسانیاں پیدا کریں انہیں تکالیف میں نہ ڈالیں۔ دعا کریں کہ یہ وبا دور ہو۔ انسانیت کے ان خدمتگاروں کو خراج تحسین پیش کریں جو سر نیوڑے دن رات اس کی ویکسن بنانے کے لئے متفکر ہیں۔ ان ڈاکٹروں کی حوصلہ افزائی کریں جو بیماروں کی خاطر اپنی جانیں داؤ پر لگائے بیٹھے ہیں۔ جس وائرس نے 160 ملکوں کو ہلا دیا ہے۔ دنوں میں نو ہزار اموات ہو چکی ہیں۔ دو لاکھ سے زائد انسان بیمار پڑ چکے ہیں۔ بہتر ہے آپ اس وائرس سے متھا نہ لگائیں۔ چپ چاپ سائیڈ پر لگ جائیں۔ ورنہ فتویٰ دھرے کا دھرا رہ جائے گا۔ بیماری پھیلانے کا باعث بھی بنیں گے اور خجل خوار بھی ہوں گے۔ اللہ خیر! کرونا کے بعد پھر سلسلے چل نکلیں گے۔ ویسے بھی آپ کی سرکاری نوکری تو فی الحال پکی ہے۔

شکرانہ عمرہ وزیارت

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں دیارِ نبوی ﷺ اور حرم پاک کی امسال فروری میں زیارت کی توفیق عطا فرمائی۔ ہم آٹھ افراد کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ الحمدللہ۔ اہل خانہ میں خاکسار کا بیٹا اور اس کی اہلیہ، ایک پوتی، تین پوتے اور خاکسار کی بیگم اس قافلے میں شامل تھے۔ اس کا سارا خرچ میرے بیٹے رانا عبدالوحید خاں نے بخوشی برداشت کیا۔ الحمدللہ۔ ان پاک مقامات پر جو سکون قلب میسر ہوا اپنے لئے اور اپنے پیاروں کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر دُعائیں کرنے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ التجا کا بھی موقع ملا۔ میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر آرزومند کو یہ موقعہ نصیب کرے۔ اس یادگار موقعہ کی نسبت سے چند تصاویر ملاحظہ ہوں۔ ایں سعادت بزورِ بازو نیست۔ تانہ بخشد خدائے بخشندہ۔ (مدیر)

قندیل شعروسخن برطانیہ

رپورٹ وفوٹو - اطہر حفیظ فراز

مورخہ ۵ مارچ ۲۰۲۰ بروز جمعرات کی ایک خنک شام کو ایک یادگار محفلِ مشاعرہ کا اہتمام کیا گیا۔اس مشاعرے کیلئے شعراء کو دعوت نامے ارسال کئے گئے۔ ایوان ناصر ہال لوکل انجمن احمدیہ ربوہ میں پروگرام کی تیاری شروع کی گئی۔ ہال کو خوبصورت فلیکس کے ساتھ سجایا گیا۔تقریباً ۲۰۰ افراد کے دیکھنے اور سننے کا انتظام کیا گیا۔مشاعرے کی شام کو بادو باراں نے ایک سماں باندھ دیا۔احباب موسم سے لطف اندوز ہونے کیلئے مشاعرہ ہال میں کھنچے چلے آئے۔

مشاعرے کا آغاز ساڑھے سات بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا جو کہ عزیزم ثاقب صاحب نے کی۔اور یہ خوبصورت نشست دو گھنٹے مسلسل جاری رہی۔ اور حاضرین نے شعراء کرام کو خوب دادو تحسین سے نوازا۔دوران مشاعرہ ریفرشمنٹ دی گئی۔اور مشاعرے کے اختتام پر سب شعراء کی خدمت میں پر تکلف کھانا پیش کیا گیا اور گروپ فوٹوز بھی بنائے گئے۔اس سارے پروگرام کا سہرا لندن سے تشریف لائے ہوئے مشہور کالم نگار، ایڈیٹر، ادیب وشاعر و مصنف رانا عبدالرزاق خان کے سر جاتا ہے۔وہ کچھ دنوں کے لئے ربوہ تشریف لائے تھے۔مشاعرے کے اختتام پر تمام شعراء کی خدمت میں شیلڈز پیش کی گئیں اور سامعین کو قندیل ادب انٹرنیشنل مارچ کا شمارہ پیش کیا گیا۔دعا کے ساتھ اس مشاعرے کا ا ختتام ہوا جو کہ مکرم و محترم احسان اللہ چیمہ نائب صدر عمومی نے کرائی۔شعرا کرام جنہوں نے شرکت کی ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔اطہر حفیظ فراز، نعیم اللہ باجوہ، مرزا محمد فاتح، حافظ محمد مبرور، سید طاہر احمد زاہد، مرزا محمد نواز طاہر، ابن کریم، میاں کاشف نسیم، عطاء العزیز، آصف محمود ڈار، احمد منیب، پروفیسر عبدالصمد قریشی، ضیاء اللہ مبشر، رانا عبدالرزاق خان عاصی صحرائی ، لئیق احمد عابد، عبدالکریم قدسی، آخر میں رانا صاحب ایک بار پھر چیمہ صاحب اور کے کارکنان کے تعاون کا بہت ہی مشکور ہیں۔اور شعراء کرام کے بھی ممنون ہیں جنہوں نے دوردور سے لاکر بھرپور شرکت کی۔

***

غزلیات

ڈاکٹر پروفیسر عبدالکریم خالد

محبت شاخ زرّیں پر کسی خوشبو کا دَھر جانا
کبھی دھیرے سے جی اُٹھنا کبھی چُپکے سے مر جانا
محبت ڈال پر بیٹھے پرندے کی صدا بھی ہے
جسے بس ایک ہی دُھن ہے جو کرنا ہے وہ کر جانا
یقین و بے یقینی میں بس اتنا فرق ہوتا ہے
کبھی بے خوف ہو کر بھی ذرا آہٹ سے ڈر جانا
دُعا دستِ دعا میں چُپ اُدھر آنکھیں ہیں خالی
تو پھر یہ معجزہ کیا ہے مرے دامن کا بھر جانا
تمہارے ہاتھ کیا آیا یہ عمروں کی ریاضت میں
کہو کیسا رہا خالدؔ یوں خالی ہاتھ گھر جانا

اتیاف ابرک

عجب اک پردہ حائل ہے جو سرکایا نہیں جاتا
بہت سیدھی سی باتوں کو بھی سمجھایا نہیں جاتا
کبھی یہ ناز تھا خود پر کہ میرِ کارواں ہم ہیں
لٹے پھر قافلے ایسے کہ اترایا نہیں جاتا
بہت وعدے ہوئے ہم سے، مداوا لازمی ہو گا
مگر ہے وقت ایسا قرض لوٹایا نہیں جاتا
بہاریں جب نہیں اپنی تو پھر کیا آرزو رکھنا
یہ گلشن مانگے کی خوشبو سے مہکایا نہیں جاتا
نجانے کیوں سبھی رشتے ہوئے جاتے ہیں اب لاغر
کہ دوری دو قدم کی ہو مگر آیا نہیں جاتا
کسی سے مشورہ کیسا کسی سے پوچھنا کیا اب
ہنر ایسا محبت ہے جو بتلایا نہیں جاتا
مرے صیّاد سے کہہ دو نہیں اب لوٹنا ممکن
سمندر میں گرے قطرے کو پھر پایا نہیں جاتا
اب آگے ڈھونڈتے ہو کیا، مجھے تم اس کہانی میں
میں وہ کردار جو انجام تک لایا نہیں جاتا
کہیں گے کیا مجھے اپنے، کہے گا یہ زمانہ کیا
ہو ابرک سچ اگر لکھنا تو گھبرایا نہیں جاتا

ایم اے دوشی

عدوئے جاں کو بھی اب مہرباں سمجھتا ہوں
یہ بات سچ ہے مگر میں کہاں سمجھتا ہوں
میں تجھ سے بڑھ کے تجھے جانتا ہوں، دعویٰ ہے
وہ یوں کہ خود کو تری داستاں سمجھتا ہوں
جو آنکھ اشک کی دولت سے مالا مال نہیں
میں ایسی آنکھ کو بس رائیگاں سمجھتا ہوں
وہ کہہ رہا تھا، سمجھ ہے کوئی محبت کی
میں بے خیالی میں بولا کہ ہاں سمجھتا ہوں
یہ میری ذات ہے کربل کا آئینہ دوشیؔ
میں اپنی سانس کو نوکِ سناں سمجھتا ہوں

ایم اے گلشن

اشک رواں بھی مسند رخسار بن گیا
اِک دو قدم کا فاصلہ دیوار بن گیا
عادل کی کیا عدالت کرتی یہ فیصلہ
قاتل کا جو زمانہ مددگار بن گیا
کیسے وفا کی جنگ میں ہوتا میں کامیاب
خود وہ جو دست غیر کی تلوار بن گیا
دل کی لگی بھی دل میں رہنے دو اب یہیں
ان کا ہی رنگ بدلنا معیار بن گیا
بازارِ حُسن گلشنؔ دنیا کا مصر ہے
حُسن و جمال بیچنا بیوپار بن گیا

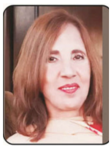

ایم زیڈ کنول

کر دیا محبت نے فیصلہ محبت کا
لے کے خارزاروں سے حوصلہ محبت کا
قطرہ قطرہ ٹپکے ہیں دل کے آسمانوں پر
آنسوؤں سے لکھا ہے راستہ محبت کا
دھوپ کی چٹانوں نے ساونوں کے آنچل پر
رکھ دیا ہے چُپکے سے آبلہ محبت کا
بھوک کی صلیبوں پر خواب بک گئے سارے
گُل بنوں نے پہنا ہے زائچہ محبت کا
آب کے جزیروں کو دے دیا کنولؔ نے ہے
خوشبوؤں کا پیراہن نینوا محبت کا

ایم شیراز انجم

حسرتیں دل کی سبھی ضبطِ تحریر کروں
تیرے سب نقش سنواروں تجھے تصویر کروں
خود بخود میرے نصیبوں نے بدلنا ہے کہاں
اپنے اس ذہن رسا سے کوئی تدبیر کروں
تجھ سے مل کر ہی بسانی ہے وفا کی بستی
شہر میں تاج محل اب کوئی تعمیر کرون
جسم کیا روح میں اپنی میں اتاروں تجھ کو
زیست کو اپنی تری زُلف کی زنجیر کروں

جھانک کر دل میں کسی کے میں چرالوں اس کو
اس طرح سے کبھی انجمؔ اسے تسخیر کروں

انجم عثمان

”کن“ کی تجلیات نے کیا مجھ سے کچھ کہا!
تخلیقِ کائنات نے کیا مجھ سے کچھ کہا!
برہم ہوا سکوتِ تماشائے روز و شب
نیرنگیٔ حیات نے کیا مجھ سے کچھ کہا!
اِک ساعتِ سعید رہی میرے رو برو
ہنگامِ بے ثبات نے کیا مجھ سے کچھ کہا!
جذب و جنوں سے گوہرِ حکمت کشید کر
پھر سن! الہیات نے کیا مجھ سے کچھ کہا!
انجمؔ ساعتوں میں ہیں سرگوشیاں سی کیوں؟
انبوہ خواہشات نے کیا مجھ سے کچھ کہا!

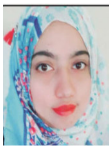

اُمِ عمارہ

چند لمحوں کی بات تھوڑی ہے
زندگی اک ہی رات تھوڑی ہے
رہنے والا ہے آنکھ میں اپنے
خواب اپنی حیات تھوڑی ہے
روشنی ہے کسی کی یادوں کی
زیست میں چاند رات تھوڑی ہے
بھول جاؤ کہی سنی باتیں
اب وہ پہلے سی بات تھوڑی ہے
مسئلہ عشق ہے زمانے کا
یہ کوئی میری بات تھوڑی ہے

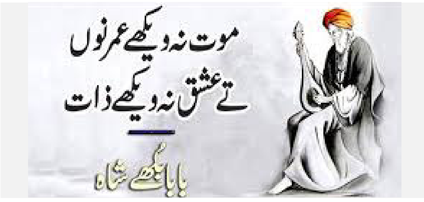

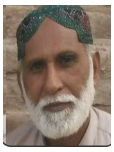

امین اوڈیرائی

آرزو تھی جنہیں بہاروں کی
ان کو دولت ملی ہے خاروں کی
چل کہیں اور چل کے بستے ہیں
یہ تو بستی ہے دنیا داروں کی
ایک وعدے کا بیج بویا تھا
فصل کاٹی ہے انتظاروں کی
درد مجھ سے لپٹ کے روئے تھے
بات نکلی تھی بے سہاروں کی
سچ سے پردہ اٹھا دیا تو امینؔ
نیند اُڑ جائے گی ہزاروں کی

امین عاصم

شعر جو سُرخیٔ اخبار نہیں ہوسکتا
اس سے کم تر مرا معیار نہیں ہوسکتا
تیر نظروں کا اُتر جاتا ہے سیدھا دل میں
اِس سے بہتر کوئی ہتھیار نہیں ہوسکتا
کوئی پوچھے تو بتا دوں کا میں دل کی باتیں
مجھ سے اب عشق کا انکار نہیں ہوسکتا
جب کسی شخص کو قسمت میں سیہ بختی ہو
پھر تو سورج بھی مددگار نہیں ہوسکتا
پھنک عاصمؔ پہ ذرا دامِ محبت پھر دیکھ
کون کہتا ہے گرفتار نہیں ہوسکتا

اویس قیصر

دل سے جمالِ یار کا نقشہ اُتر گیا
ہائے وہ شوق عشق کا دریا اُتر گیا
رہتا تھا میرے دل میں جو رہتا نہیں ہے یاد
اُترا وہ شخص دل سے تو ایسا اُتر گیا
ممکن ہے قیس بخشے خلافت مجھے تمام
معیار پر میں قیس کے پورا اُتر گیا
دل میں تری ہی یاد ہے لب پر ترا ہی نام
یعنی کہ میرے دل میں تو پورا اُتر گیا
سمجھا تھا جس کو اپنا اویسؔ اسے میں کل
دیکھا کسی کے ساتھ تو چہرہ اُتر گیا

ایوب بیگ دانش

کیا ہوا جو امن یوں رخصت ہوا گلزار سے
جسم پھولوں کے بھی اب کٹنے لگے ہیں خار سے
اے بشر! تجھ کو شغف ہے اتنا کیوں پندار ہے
بیر اب ایسا بھی کیا الفت کے کاروبار سے
کیا دیا تُو نے بتا دے دوستی کے نام پر
سوچنا پھر کیا ملا ہے سرحدوں کے پار سے
ہاتھ اپنے روک پہلے ظلم سے توبہ تو کر
زخم پر مرہم لگا اور جیت ان کو پیار سے
سختیوں سے کچھ نہ ہو گا نرمیوں کی بات کر
دیکھ دانشؔ کٹ گئے پتھر بھی بہتی دھار سے

کرنل باصر نسیم

ہمیں بے پر رہے ورنہ گھٹاؤں کے بھی پر تھے
تری دنیا میں تیرہ دل خداؤں کے بھی پر تھے
چراغ طور تھے لیکن حریمِ ذات میں محصور
ترے کوچے کے پتھریلی ہواؤں کے بھی پر تھے
برہنہ سر پہنچتی پھر رہی تھی حق کی شہزادی
نہ سوچا تھا کہ پاکیزہ رداؤں کے بھی پر تھے
غریبوں پر حدِ آئین حاکم تو رہی جاری

امیروں کے لیے محکم سزاؤں کے بھی پر تھے
جھلتی روح کا انجام کچھ بھی تھا تو نسیمؔ
یہ طے تھا کہ نشانوں پر گھٹاؤں کے بھی پر تھے

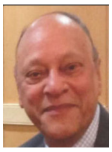

پرویز مظفر

ہمیں بھی بات بدلتے ہوئے نہ دیر لگی
غزل میں جو بھی کہا آپ کی شان میں تھا
ہمیں بس اتنی خبر تھی کہ آپ ہیں اُس پار
سنا کہ آگ کا دریا بھی درمیان تھا
عجب سکوت سا طاری تھا میرے سینے میں
عجیب شور ہواؤں کا میرے کان میں تھا
اُٹھا دیا تجھے پرویزؔ گرم بستر سے
مگر نجات کا پیغام بھی اذان میں تھا

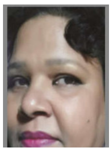

تبسم فاطمہ رضوی

اس قدر وحشتِ تنہائی ہے
جان پر گویا کہ بن آئی ہے
ارماں جلنے لگے تو ایسا لگا
روشنی سینے میں در آئی ہے
مجھے چاہت خوشی کی تھی لیکن
میرے حصے میں وہ کب آئی ہے
مانگا جس کو تھا دعاؤں میں کبھی
یہ قیامت اسی نے ڈھائی ہے
کتنی معصوم تبسمؔ تم ہو
نرمی پتھر میں کبھی آئی ہے

پریم ناتھ بسمل

چلو صبرِ غمِ اُلفت کا پھر سے امتحاں کر لیں
لہو کے گھونٹ ہم پی لیں ان اشکوں کو نہاں کر لیں
کہ اب اظہارِ اُلفت کر ہی لیں ان سے تو اچھا ہے
جوانی کے حسیں لمحات مت یوں ہی زیاں کر لیں
بہار آئی ہے ہر سو گُل کھلے ہیں شادمانی کے
دلوں میں پیار کی خواہش جو پنہاں ہے عیاں کر لیں
بڑی میٹھی، بڑی اچھی، بڑی دلکش ہے یہ اُردو
اسے اپنی زباں کر لیں، جو دل میں ہے بیاں کر لیں
سبب کیا ہے، تڑپنے کا، بھلا ہم کیا کہیں بسملؔ
ستائے ہم انہیں کے ہیں، وہ چاہے جو گماں کر لیں

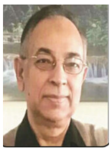

تسنیم زمان سحر

اپنوں سے جو نفرت کی یہ دیوار ملی ہے
جینے کی سزا ہم کو ہر اک بار ملی ہے
اب آس نہیں ان سے ملاقات کی ہم کو
یہ زندگی لگتا ہے کہ بیکار ملی ہے
موسم بھی وہی تم بھی وہی ہم بھی وہی ہیں
دوری کی سزا کیسی مرے یار ملی ہے
کیا کرتے رہے لوگ مرے یہ تو بتاؤ
ورثے میں جو نفرت کی یہ تلوار ملی ہے
ہم زندہ ہیں سوچتے رہیں گے تری جانب
کیا غم جو سحرؔ راہ یہ دشوار ملی ہے

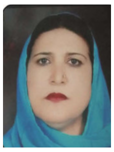

تسنیم صنم

ملا تپاک سے جب تک وہ غائبانہ ملا
میں اس کی بزم میں پہنچی تو وہ اٹھا نہ ملا
مجھے کو کر گئی دیوانہ یاد یار کی فکر
کسی کو سنگ زنی کے لیے بہانہ ملا
وہ مل بھی جائے مجھے کوئی لازمی تو نہیں
میں اس کو ڈھونڈ رہی ہوں ملا ملا نہ ملا
میں پاس ہی تو کھڑی تھی ہجومِ غم میں گھری
ترے حضور پہنچنے کا راستہ نہ ملا
صنمؔ حیات کٹھن راہ تو نہیں لیکن!
دراصل تجھ کو ہی جینے کا حوصلہ نہ ملا

تمثیلہ لطیف

زندگی کب تلک ستائے گی
ایک دن خود ہی مان جائے گی
دھڑکنیں کیوں خفا ہیں سانسوں سے
اب اجل ہی مجھے بتائے گی
گھنگرو یادوں کے سوچ نے پہنے
میری تنہائی مجھے نچائے گی
پھر برپا ہو گا آج رقص، جنوں
شمع پروانوں کو جلائے گی
خوف طاری ہے مجھ پر تمثیلہؔ
زندگی کس ڈگر پہ جائے گی

تنویر اشرف

اے میرے یار! تکلم ترا سہارا نہ گیا
تو زندگی میں کسی کا نہ ہو سنا نہ گیا
وفا و درد کے قصے میں اب ہے کیا سننا
کسی بھی طور پر ہم سے ادا کیا نہ گیا
یہ تم نے بزم میں دیکھا ہے کس نظر سے مجھے
کہ دوسرا کوئی آنکھوں میں پھر بسا نہ گیا
طبیبو!، چارہ گرو!، واعظو! دعا نہ کرو
یہ دل کا درد ہے پیارے گیا گیا نہ گیا
یہ چند شعر جو تنویرؔ تم نے لکھے ہیں
ابھی ہے مشقِ سخن جاری پھر کہا نہ گیا

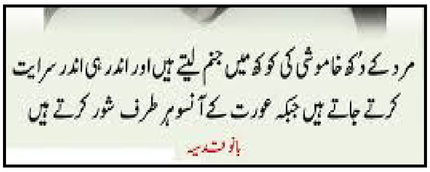
مرد کے دکھ خاموشی کی کوکھ میں جنم لیتے ہیں اور اندر ہی اندر سرایت کرتے جاتے ہیں جبکہ عورت کے آنسو ہر طرف شور کرتے ہیں
باذوق شاعری

تنویر پھول

کسی کو بھی نہ تم سمجھو کہ اس کی ہستی لاوارث
نہ ہو جس کا کوئی وارث تو اس کا ہے خدا وارث
یہ رب کی مہربانی ہے کہ ہم ہیں ان کی اُمت میں
بروز حشر ہم سب کے، ہیں ختم الانبیا وارث
یہ دیکھا ہے زمانے میں، بڑے ہیں با اثر قاتل
بہت مجبور ہو کر لے رہے ہیں خوں بہا وارث
یہ عالی شان کاشانے، یہ ساری عشرتیں فانی
شہنشاہوں کو بھی قبروں میں آتے ہیں سلا وارث
صدا تنویر پھول آتی ہے، اس کی جستجو کر لو
فلک پر ماہ کامل کا، ہے کوئی مہ لقا وارث

توقیر سیّد

نغمہ درد سناتا ہے کوئی ساز کیساتھ
دل دھڑک اُٹھتا ہے عشاق کا آواز کیساتھ
بیچ چوراہے کے کیا پھوڑ دیا بھانڈا اس نے
کی خطا ہم نے سفر کر لیا ہمراز کیساتھ
میرا ممکن ہی نہیں تھا یہ ترے ساتھ نبھاہ
کہ کبوتر کوئی اُڑتا ہے کبھی باز کیساتھ
پانی بھرتی ہے شراب اس کی نظر کے آگے
مئے کو نسبت ہے کہاں دیدۂ کم باز کیساتھ
سخت لہجے پہ ادائیں نہیں جچتی توقیر
گفتگو بھی تو نہ ملے آپ کے انداز کیساتھ

جابر نظامی

اپنے خون میں آپ نہانا پڑ سکتا ہے
عشق میں تم کو جان سے جانا پڑ سکتا ہے
پڑ سکتا ہے خون بہانا آنکھوں سے
گر آنکھوں سے نیل بہانا پڑ سکتا ہے
اپنے فن کو فن کی حدوں تک قید رکھو
پانی پر بھی نقش بنانا پڑ سکتا ہے
پڑ سکتی ہے رات اندھیری رستے میں
یادوں کا اک دیپ جلانا پڑ سکتا ہے
جاتے جاتے سب رستے ویران نہ کر
جابرؔ تجھ کو واپس آنا پڑ سکتا ہے

جاوید شاہد

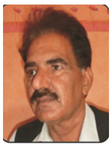

میں جب بھی اُڑاتا ہوں تری یاد کے جگنو
سہمے ہوئے لوٹ آتے ہیں فریاد کے جگنو
ظُلمت کے مقابل تو میں تنہا نہیں ہوتا
گردوں سے اُتر آتے ہیں امداد کے جگنو
ہر عہد لیے پھرتا ہے مٹھی میں دبوچے
ہم لوگ ہیں کس قریۂ آزاد کے جگنو
یہ جبر کی ہر شب کو بدل سکتے ہیں دن میں
وا ماندہ نہیں اتنے بھی بغداد کے جگنو
کچھ بند شگوفے تھے تری دید سے پہلے
پلکوں پہ یہ آنسو ہیں تری یاد کے جگنو

جسارت خیالی

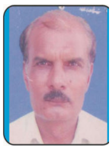

اے سوختہ دل اتنا پریشاں نہ ہوا کر
مردانہ غمِ وقت سے پیکار کیا کر
بھر جائے گا پھولوں سے بھی اُمید کا دامن
پلکوں سے مگر شوق کے کانٹوں کو چُنا کر
بچے تیرے سوئے ہیں امارت کے نشے میں
بچے میرے مدہوش ہوئے نیر بہا کر
ہم نے ہی تجھے مسندِ تکریم عطا کر
اب تُو بھی ذرا عرضِ تمنا کو سُنا کر
تکفیر کی تعزیر کا کیا غم ہے جسارتؔ
تو اپنی عبادت میں تو مخمور رہا کر

جگدیش پرکاش

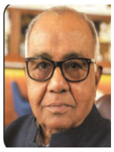

کیا خبر تھی کوئی ہم سے یوں خفا ہو جائے گا
بادلوں میں دھوپ جیسا لاپتہ ہو جائے گا
صبح کی بارہ دری میں سردیوں کی دھوپ سا
وصل کا اِک مختصر لمحہ فنا ہو جائے گا
ایک دھونی سا سلگنا، کرتے رہنا رتجگے
اس طرح کیا زندگی کا فیصلہ ہو جائے گا
اُن دنوں کی خوشنما یادوں کے دستاویز سے
نام بس میرا مٹا دینے سے کیا ہو جائے گا
ہر کسی دہلیز پر ڈھونڈے گا تیرے نقشِ پا
دل سحر تک جلنے والا اک دیا ہو جائے گا

جمیل اختر شفیق

وہ مرے رحم کا حقدار بھی ہو سکتا ہے
دشمنی لاکھ سہی پیار بھی ہو سکتا ہے
آنکھ کہتی ہے بھلا شخص ہے رونے والا
دل یہ کہتا ہے کہ فنکار بھی ہو سکتا ہے
شہر میں ہوتے نہیں یونہی فسادات کہیں
اس میں شامل کوئی اخبار بھی ہو سکتا ہے
آج پھرتا ہے جو مٹی میں نہا کر بچہ
کل کسی قوم کا سردار بھی ہو سکتا ہے
یہ ترے حق میں ہے بہتر کہ رہے دور شفیق
پاس آئے گا تو بیزار بھی ہو سکتا ہے

جمیل ارشد خان

رات کالی ہے ، فلک پہ کوئی تارا بھی نہیں
دردِ فرقت ہے گراں اور سہارا بھی نہیں
حوصلہ ہارنے والوں کو بتائے کوئی
عزم کر لیں تو بہت دور کنارہ بھی نہیں
شیخ فردوس کا ارمان لیے بیٹھے ہیں
جادۂ خیر پہ لوگوں کو پکارا بھی نہیں
ہر تونگر کو ودیعت نہیں دریا دل کا
حاملِ جودو سخا، سطوتِ دارا بھی نہیں
جل گیا ، راکھ ہوا جذبۂ ملت ارشدؔ
کشتۂ جاں میں نہاں، کوئی شرارا بھی نہیں

حسن چشتی

یہ زلف جو بکھری ہے سنور جائے تو اچھا
ہم پر جو گزرنی ہے گزر جائے تو اچھا
آئے نہ کہیں حسن کے دامن پہ کوئی آنچ
الزام جنوں عشق کے سر جائے تو اچھا
ڈر ہے کہیں گلشن کو یہ پامال نہ کر دے
آندھی جو چلی ہے وہ گزر جائے تو اچھا
سلجھاتے رہے گیسوئے جاناں کو بہت ہم
اب کاکل دوراں بھی سنور جائے تو اچھا
برپا ہے تصور میں شبِ وصل کا منظر
اب وقت ذرا تو بھی ٹھہر جائے تو اچھا

حسیب جمال

سامنے ذوالجلال کے رکھنا
حال دل کا نکال کے رکھنا
یہ کھلونے مری امانت ہیں
میرا بچپن سنبھال کے رکھنا
میں پرندے اُڑا کے آتا ہوں
تم شکاری کو ٹال کے رکھنا
یہ زلیخائی دور ہے لوگو
اپنا دامن سنبھال کے رکھنا
چند لمحات اپنے جیون سے
نام اپنے جمالؔ کے رکھنا

حسین ساحر

یوں لہو اشکوں میں تحلیل ہوا جاتا ہے
دل مِرا سینے میں اِک جھیل ہوا جاتا ہے
دو قدم پر ہے مِرے سامنے منزل لیکن
فاصلہ بڑھ کے کئی میل ہوا جاتا ہے
گھر فقط رہ گئے اب رات بسر کرنے کو
اب چلن شہروں کا تبدیل ہوا جاتا ہے
کوئی تو ہو جو سمیٹے مِرے بکھرے دل کو
یہ عجب رنگ میں تشکیل ہو جاتا ہے
رو میں ہے زرد نصیبی کا زمانہ ساحرؔ
یہ ٹھہرتا ہی نہیں نیل ہوا جاتا ہے

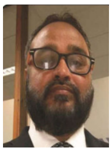

سید خادم رسول عینی

اب تک نہ بھول پایا میں اس کے جمال کو
غزلوں میں ڈھالتا ہوں اسی کے خیال کو
ممکن بنا گیا ہے جو کار محال کو
سب داد دے رہے ہیں اسی باکمال کو
جس گل سے ہے شگفتہ مری زیست کا چمن
کیسے نکالوں دل سے میں اس کے خیال کو
حملہ نہ کر سکینگی غموں کی یہ سردیاں
اوڑھا ہے میں نے آپ کی یادوں کی شال کو
عینیؔ فریب دے کے وہ الجھا گیا مجھے
زائل کروں میں کیسے بھلا احتمال کو

خالد ندیم شانی

وہ ادب تک سمجھ نہیں پایا
ہائے اب تک سمجھ نہیں پایا
بات کرتا ہے آدمیت کی
وہ جو رب تک سمجھ نہیں پایا
یوں اچانک بچھڑ گیا مجھ سے
میں سبب تک سمجھ نہیں پایا
اُس کی اُردو کا کیا کہوں یارو
جاں بہ لب تک سمجھ نہیں پایا
دوسرا عشق کیسے ممکن ہے
میں تو اب تک سمجھ نہیں پایا

خان حسین عاقبؔ

پاکیزگی نہیں ہے رِداؤں میں اِن دِنوں
معصومیت رہی نہ اَداؤں میں اِن دنوں
راس آگئی حسینوں کو شہروں کی روشنی
موسم بہت اداس ہے گاؤں میں ان دنوں
اصحابِ کہف کی طرح جو نیک لوگ ہیں
گوشہ نشین ہیں وہ گپھاؤں میں ان دنوں
اس کی چبھن سے موت ہی بہتر ہے ہم نشیں
اس کے چبھا ہے جو مرے پاؤں میں ان دنوں
عاقبؔ! ترے خلوص کا ہے معجزہ کہ لوگ
کرتے ہیں یاد تجھ کو دعاؤں میں ان دنوں

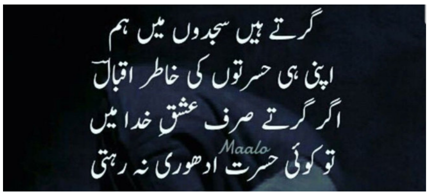

خضر حیات خضر

صورتِ یار جو آنکھوں میں بسی رہتی ہے
دارِ دل میں بھی وہی ایک سجی رہتی ہے
دشت آباد ہے یادوں کا جہانِ دل میں
غم کی آنکھوں میں اسی طور نمی رہتی ہے
دل میں جذبوں کے ہیں طوفان مگر جانے کیوں
برف ہونٹوں پہ سدا چُپ کی جمی رہتی ہے
کیسے جاؤں گا میں محشر میں خدا کے آگے
مجھ کو ہر لحہ یہی فکر پڑی رہتی ہے
ہو کے نیلام دور مکان خضرؔ میں اس کو
ایک لڑکی جو ہمہ وقت دُکھی رہتی ہے

توقیر سید

جو فکر کرتے ہیں لیکن مدد نہیں کرتے
تو کیا خیال ہے وہ لوگ حد نہیں کرتے
گمان یہ کہ حاصل ہے ان کو اوجِ کمال
بلند اپنا بظاہر جو قد نہیں کرتے
کچھ ان کی بات میں تاثیر ہو تو کیسے ہو
کوئی بھی گفتگو جو مستند نہیں کرتے
خدا نے جن کو عطا کی ہیں خوبیاں لاکھوں
تزئین سازی و زیبائے خد نہیں کرتے
ہو جن میں خوف خدا کا وفا محمد کی
وہ کام کوئی برا تا ابد نہیں کرتے
وہ جن میں خواہشِ اوجِ کمال ہو توقیر
وہ رشک کرتے ہیں لیکن حسد نہیں کرتے

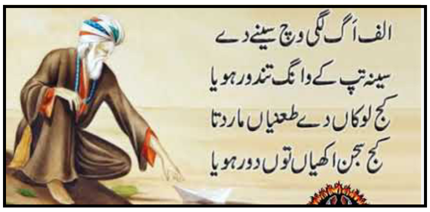

اقبال طارق

دل کی بستی ہے کربلا بابا
اور دعاؤں کا آسرا بابا
رونقیں اب کہاں وہ پہلی سی
شہر یاراں اجڑا گیا بابا
کوئی مرہم اسے نہ بھر پایا
زخم پھولوں نچو دیا بابا
بن تری جب بھی خالی گھر دیکھا
روپڑ یاور کیا، کیا بابا
مار ڈالے گی موت سے پہلے
میری اپنی مجھے انا بابا
زخم جب مندمل ہوئی میرے
پھر مجھے ٹوٹنا پڑا بابا
ایک قصہ میں جس میں تھا ہی نہیں
دوش اُس میں مراہی تھا بابا
میری آہیں کوئی نہیں سنتا
تُو ہی سُن لیا نہیں زرا بابا

کوکب بن فائق

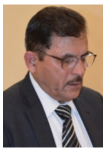

ہم تو شامل ہیں فقط پیار بڑھانے کیلئے
سب کی چاہت کا فقط ہار بنانے کیلئے
نفرتیں کر کے زمانے نے بہت دیکھ ہیں لیں
کچھ کریں ان کو زمانے سے مٹانے کیلئے
وقت کچھ کم ہے ذرا باندھ لیں سب رختِ سفر
خود کو تیار کریں سفر پہ جانے کیلئے
موت آنی ہے اگر اس سے تو پھر کیوں ڈرنا
شور کیوں ڈالتے ہو مجھ کو ڈرانے کیلئے
کر دیا اس نے ہے اظہارِ محبت کوکبؔ
اب بچا کچھ بھی نہیں حیلے بہانے کیلئے

طاہر عدیم

علم سیکھا مُلکوں مُلکوں،عاشقی چنیوٹ میں
دل پہ پہلی چوٹ یارو!تھی لگی چنیوٹ میں
میرے جانے سے یقینی ہے مرے اندر خلا
یہ بھی ممکن ہے کہ رہ جائے کمی چنیوٹ میں
سر سے لیکر پاؤں تک ہر شخص دل ہی دل یہاں
سانس لیتی ہے مری جاں! زندگی چنیوٹ میں
جیسے جیسے ہو رہی ہے نیند سے بیدار وہ
پھیلتی ہی جا رہی ہے روشنی چنیوٹ میں
کوئی آنکھیں ہے بچھائے، دل کسی کا فرشِ راہ
ہے فرشتہ صفت دیکھا ہر کوئی چنیوٹ میں
جو ملا وہ رنگ و خوشبو میں نہایا ہی ملا
پھول کوئی بھی نہ پایا کاغذی چنیوٹ میں
دائرہ در دائرہ کاٹوں گا دشتِ ہجر مَیں
سانس لیکن لوں گا یارو! آخری چنیوٹ میں
یہ ضروری ہے کہ دل کے ساتھ ہو اک اور دل
دل لگی بن جاتی ہے دل کی لگی چنیوٹ میں
مدّتوں کے بعد پہنچا ہوں کڑکتی دھوپ میں
سر پہ اک بادل ہے ٹھہرا سرمئی چنیوٹ میں
میں نے اسکے رس بھرے ہونٹوں سے کیا تشبیہ دی
سب گلوں پر آج تک ہے تازگی چنیوٹ میں
گھر سے وہ اک مرتبہ نکلی تھی میک اپ کے بغیر
پڑ گئی اس دن سے رسمِ سادگی چنیوٹ میں
یاد بچپن میں ہے آتی آہ بچپن میں مرے
زندگی جو بات مجھ سے کہہ گئی چنیوٹ میں
آج بھی دامن بچا کر ہے گذرتی ہر بلا
آج بھی ہے ماں مرے سر پر کھڑی چنیوٹ میں
پہلے کلمے کی طرح ازبر ہیں اس کے خال و خد
ایک ہی صورت تو یارو! تھی پڑھی چنیوٹ میں

گھوم پھر کر میں اسی کوچے میں آتا ہوں کہ ہے
دردِ دل بھی اور علاجِ درد بھی چنیوٹ میں
دل گھڑے میں عشق دریا بھر کے صاحب وہ چلی
ہر طرف سے عود آئی تشنگی چنیوٹ میں

طفیل عامر

دست دُعا کوئی تو ہو
وجہ شفا کوئی تو ہو
نہ تو کسی کا پھر ترا
نہ کر گلہ کوئی تو ہو
تنہا بشر اور اس قدر!
میرے خدا کوئی تو ہو
دی راہ حق میں یہ صدا
یاں ہمنوا کوئی تو ہو
یہ ہے بجا وہ اک نہیں
پر دوسرا کوئی تو ہو !

احمد منیب

کہیں سائے تھے کچھ پھیلے ہوئے سے
کہیں سورج بدن مَیلے ہوئے سے
کھڑے تھے دھوپ کے سائے میں حیراں
بدن ہر دل کے تھے سہمے ہوئے سے
جو کہتا تھا وہ ہو جاتا تھا اکثر
اگرچہ بال تھے بکھرے ہوئے سے
معطّر ہوگئیں ساری فضائیں
مارے زَخم تھے مہکے ہوئے سے
روری، گفتگو، اب ہو گئی تھی
دِلوں کے رَبط تھے ٹوٹے ہوئے سے
تسلّی آسماں کی کیسے ہوتی
زمیں کے سانس تھے اُکھڑے ہوئے سے
ھنور میں دیدہ و دل پھنس گئے تھے
و کچھ پتوار تھے بکھرے ہوئے سے
و ہم چلنے لگے تو یاد آیا
مارے پیر تھے ٹوٹے ہوئے سے

میں اسر زلف جاناں، تو حریص شہریاری
رہ زندگی میں بزمیؔ، یہ متاع دل کی بازی
کبھی رہزنوں سے ہاری، کبھی رہبروں سے ہاری

سرور پنڈولوی

لوگوں نے ترے حسن کو سرور نہیں دیکھا
مٹی ہی سمجھتے رہے گوہر نہیں دیکھا
اخلاص کا میں نے چلو پتھر نہیں دیکھا
یارو نے میرے شانے پہ کیوں سر نہیں دیکھا
آنکھوں نے رکھا اسکی عیادت کا بہت پاس
اشکوں کے تبسم نے چھلک کر نہیں دیکھا
اک وہ ہی کبھی خول سے نکلا نہیں باہر
میں نے بھی تو اس کو کبھی جھک کر نہیں دیکھا
کیوں چبھنے لگے آپ بھی ناقد کی نظر میں
کہتے ہیں کہ سرورؔ سا سخنور نہیں دیکھا

سلطان ساجد

کچھ تو صلح کی بات ہو تلوار سے الگ
صورت دکھائی دے کوئی دیوار سے الگ
کوئی دغا فریب نہ تکرار سے الگ
ہم کو کیا ہے اس نے بڑے پیار سے الگ
دن تو ہجوم شہر میں گزرا کسی طرح
گزرے گی کیسے شام بھلا یار سے الگ
منزل کے وہ قریب پہنچتے نہیں کبھی
جو بھاگتے ہیں وقت کی رفتار سے الگ
ساجدؔ وہ اعتبار کے لائق نہیں کبھی
کردار سے الگ ہو جو گفتار سے الگ

سلطان سکون

تیری خوشی کیلئے کیا نہیں کیا مرے دل
کسی بھی طور مگر تُو نہ خوش ہوا مرے دل
کہاں کہاں نہ تجھے میں لیے پھرا میرے دل
کہیں ملی نہ ترے درد کی دوا مرے دل
کہا نہیں تھا تجھے میں نے بارہا مرے دل
نہ ہو کسی کی محبت میں مبتلا میرے دل
اب اور کیا کروں تُو ہی مجھے بتا مرے دل
بس اور بس میں مرے کچھ نہیں رہا مرے دل
کہا یہ مان لے اب بھی سکونؔ کا مرے دل
جو تجھ کو بھول گیا اُس کو بھول جا مرے دل

سیدہ زرنین مسعود

مرا رنگ چاہے جو تو کرے
اسی رنگ میں مَیں جیا کروں
مرے پاس ہو کہ ہو دور تو
میں فقط تجھی میں جیا کروں
تری ہر ادا پہ نثار میں
کرے تو جفا میں وفا کروں
ہوئی فرض مجھ پہ خموشیاں
تو کہا کرے میں سنا کروں
رہے شاد تو مرے ہمسفر
یہی رب سے اپنے دُعا کروں

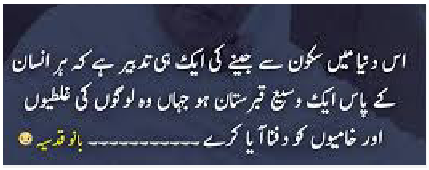

سلیم آکاش

وفورِ شوق کی کم مائیگی میسر ہے
برائے زیست ہمیں دل لگی میسر ہے
ہماری آنکھ سے آنسو ابل پڑے اس دم
کسی نے پوچھا تھا ہم سے خوشی میسر ہے
ان آنکھ والوں سے اندھوں کو معتبر سمجھو
جنہیں درون کی کچھ روشنی میسر نہیں
میں سوچتا ہوں بچھڑ کر مرا بنے گا کیا
تمہیں تو خیر مری شاعری میسر ہے
ترے جمال کی خوشبوع میں مست رہتے ہیں
ہمارے بخت کی تیری گلی میسر ہے

شاکر کنڈان

کہاں پہ بھیج دیا کس گمان میں آکر
زمین دیکھتا ہوں آسمان میں آکر
سوائے جسم کے اب جسم میں رہا کیا ہے
نکل گئی ہے کہیں جان، جان میں آکر
یہ آسمان و گرنہ مرا ٹھکانہ تھا
میں خاکزاد ہوا خاکدان میں آخر
دِکھا رہا ہوں بڑی دیر سے اسے سورج
جو برف سنگ بنی ہے چٹان میں آکر
نجانے کون سا دُشمن ہے سامنے شاکرؔ
یہ تیر کیوں نہیں چلتا کمان میں آکر

شاہ رُخ ساحل تلسی پوری

پیار کا کام چلو پیار پہ رکھ دیتے ہیں
اپنا لب ہم ترے رخسار پہ رکھ دیتے ہیں
دل میں ارمان شہادت کا بہت ہے اپنے
اس لیے فیصلہ تلوار پہ رکھ دیتے ہیں
جبکہ معلوم نہیں کون ہیں خالق وہ لوگ
آپ ہر فیصلہ اخبار پہ رکھ دیتے ہیں
خود کو شعلہ تو سمجھتا ہے تو آجا تجھ کو
آج جلتی ہوئی انگار پہ رکھ دیتے ہیں
شاہ رخؔ جب بھی نظر ان سے ملانا چاہوں
وہ نظر گھنگھرووں کی جھنکار پر رکھ دیتے ہیں

شاہد بخاری

کون سی بات یہ کہہ دیں کہ یہ سال اچھا ہے
سال اچھا ہے اگر اُس کا مال اچھا ہے
اس سے آتی ہے بہرحال وطن کی خوشبو
ساغرِ جم سے مرا جام سفال اچھا ہے
اُن کے آتے ہی چلی جاتی ہے ساری رونق
گومعیشت کا وہ کہتے ہیں کہ حال اچھا ہے
ہر طرف امن کا پیغام ہے بربادی میں
دھونس یہ ہے کہ کہیں اُن کا جلال اچھا ہے
اب حکومت ہے زمانے میں سپر پاور کی
زیر سایہ ہو اگر اُس کا زوال اچھا ہے

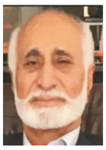

شاہ نواز سواتی

بے رخی بھی وہی کرتا ہے پذیرائی بھی
اجنبیت بھی اسی سے ہے شناسائی بھی
پل میں کرتا ہے کرم پل میں بگڑ جاتا ہے
اک ستمگر ہے وفا کیش بھی ہرجائی بھی
کیا کہیں عشق میں کیا کھویا ہے کیا پایا ہے
خوب شہرت بھی ہوئی شہر میں رسوائی بھی
بات جب سچی کہی، دوست مجھے چھوڑ گئے
حرفِ حق سُن کے ہوئے مجھ سے جدا بھائی بھی
رونقِ بزم سے مجھ کو نہیں انکار نوازؔ
دے گئی لطف مگر دشت کی تنہائی بھی

ڈاکٹر شاہد رحمان

جو بھی آئے اسے پہلو میں بٹھا سکتے ہیں
آپ جیسوں کو تو سینے سے لگا سکتے ہیں
بات ہوتی ہے الگ دیکھیے دیوانوں کی
اپنی ہر چیز یہ منٹوں میں لٹا سکتے ہیں
کوئی رہبر نہیں ملتا تو کوئی بات نہیں
راستہ لوگ یہاں اپنا بنا سکتے ہیں
بے وفائی کا جو دیتا ہے ہمیں طعنہ اکثر
آئینہ لاکے اسے ہم بھی دکھا سکتے ہیں
ہے ہنر پاس مسیحاؤں کے ایسا شاہدؔ
جان مرتے ہوئے لوگوں کو بچا سکتے ہیں

شکیل ابن شرف

کہیں تکرار سے بھی مسئلہ حل ہونے والا ہے
نہ اس کے منہ پہ تالا ہے، نہ اُس کے منہ پہ تالا ہے
یہ میرا فرض بنتا ہے کہ اس کے ہاتھ دھلواؤں
سنا ہے اس نے میری ذات پر کیچڑ اُچھالا ہے
مخالف مجھ سے ٹکرا کر بالآخر لوٹ جائیں گے
ہوائیں پھر ہوائیں ہیں ہمالا پھر ہمالہ ہے
نہیں معلوم میرا ذکر کس انداز سے آئے
محبت کے تعلق سے وہ کچھ فرمانے والا ہے
شکیلؔ آخر گلے میں پھنس گئے ہم اپنے دشمن کے
ہماری سادگی سے وہ یہ سمجھا تر نوالہ ہے

شکیل میواتی

زمانہ کتنے رشتوں کو گاڑ دیتا ہے
لحد کی مٹی بھی دامن سے جھاڑ دیتا ہے
کہاں سے لاتا ہے اک ننھا بیج یہ طاقت
کلیجہ سخت چٹانوں کا پھاڑ دیتا ہے
کسی سے مشورہ چاہو تو یہ خیال رہے
شکستہ آئینہ چہرے بِگاڑ دیتا ہے
بس ایک جھونکا مخالف ہوا کا پل بھر میں
انا کے پیڑ کو جڑ سے اُکھاڑ دیتا ہے
تفکرات کا لشکر کبھی کبھی تو شکیلؔ
تخیلات کی بستی اُجاڑ دیتا ہے

شفقت علی عاصمی

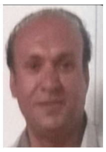

اب نہ درکار وضاحت ہے مجھے
آجکل خود سے بغاوت ہے مجھے
بھول جانے کا تجھے سوچتا ہوں
ان دنوں کتنی فراغت ہے مجھے
آخری سانس بھی وارا تجھ پر
زندگی اب تو اجازت ہے مجھے
راستے پھر سے بُلاتے کیوں ہیں
پھر سے لاحق کوئی ہجرت ہے مجھے
میں فقط سانس سے رشتہ رکھوں
کتنی محدود رعایت ہے مجھے

شگفتہ شفیق

کس طرح شان مرے رب کی بتائے کوئی
ڈھونڈنے پر بھی مثال اس کی نہ پائے کوئی
وہ تو جادو کا کوئی اسم پڑھا کرتا ہے
میں نہ جاؤں گی ادھر لاکھ بلائے کوئی
اپنے دکھ درد زمانے سے چھپا کر لوگو!
اشک چپ چاپ مری طرح بہائے کوئی
ایک خواہش ہے جواب تک ہے مرے دل میں چھپی
دل کی شمع کو محبت سے جلائے کوئی
یہ دعا مانگی شگفتہ نے بہت چھوٹی سی
دل کبھی میرا خدارا! نہ جلائے کوئی

شمشاد سرائی

میں قلب و نظر میں وہ ضیاء لے کے چلا ہوں
احساس کے ہونٹوں پہ صدا لے کے چلا ہوں
اب غیرتِ مسلم کے ہوئے سر جو برہنہ
میں دخترِ حوا کی ردا لے کے چلا ہوں
کوئی بھی نہ ٹھہرے گا میرے مدِمقابل
ممتا کی مقدس جو دُعا لے کے چلا ہوں
تاریخ میری کل کا مؤرخ بھی لکھے گا
میں وقت کی سُولی پہ انا لے کے چلا ہوں
شمشادؔ میری فکر میں جدت کی جھلک ہے
اسلوب ادیبوں میں نیا لے کے چلا ہوں

شمشاد شاد

کس تمکنت سے کرتی ہے ہر شئے پہ وار دھوپ
آئے گی شب تو روئے گی زار و قطار دھوپ
حیرت زدہ ہو کس لیے اتنی سی بات پر
روٹھی تھیں بدلیں تو ہوئی ہے نثار دھوپ
چھپ جاؤ چاند تارو فلک کے غلاف میں
بوسہ زمیں کا لینے کو ہے بیقرار دھوپ
شوقِ نظر کو تابِ نظارہ بھی چاہیے
اے ناتواں نگاہ نہ پیہم نہار دھوپ
اے شادؔ! اسیرِ شب سے مرا کیا موازنہ
محور ہے اس کا چھاؤں تو میرا مدار دھوپ

شہباز ندیم ساحر

انہی محرومیوں میں کیف پانا چاہتا ہوں
عطا کردہ ترا غم آزمانا چاہتا ہوں
جہاں مجھ سے کئی عہد وفا تونے کیے تھے
تجھے اُس موڑ پر میں آج لانا چاہتا ہوں
کہاں تجھ سا کوئی ہو جو تخیل میں سمائے
تبسم و تکلم قاتلانہ چاہتا ہوں
مجھے بادہ و ساغر کی کوئی خواہش نہیں ہے
تری نظروں سے ہی پینا پلانا چاہتا ہوں
نگاہوں کے تقدس کی قسم ہے مجھ کو ساحرؔ
تری چشمِ توجہ کا زمانہ چاہتا ہوں

شہزاد بزمی

گرے ہوئے سکول پہ اشعار کیا لکھوں
میں شہر بدحواس کے اطوار کیا لکھوں
جب شہر خوش جمال بجز خواب کچھ نہ ہو
کاغذ پہ جھوٹ موٹ کی اقدار کیا لکھوں
دو وقت کی بھی روٹی میسر نہیں جنہیں
ایسے زمیندار کو زمیندار کیا لکھوں
شہ رگ سے نیچے اترا نہ جن کے غمِ حسین
ایسے مداری لوگ عزادار کیا لکھوں
دھوکہ فریب قتل دھماکے یہ نفرتیں
میں سوچتا ہوں سرخی اخبار کیا لکھوں

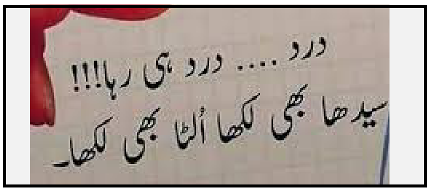

ڈاکٹر شہناز مزمل

دنیا میں کوئی ماں کی طرح ہو نہیں سکتا
بعد اس کے نظر میں مری کوئی نہیں جچتا
رشتہ ہر ایک ماں کے ہی دم سے رہے قائم
ماں ہو نہ اگر کوئی بھی اپنا نہیں بنتا
دل درد کسی کو بھی سنا سکتے نہیں اب
ماں کی طرح سے بات کوئی بھی نہیں سنتا
اک ہوک سی اٹھتی ہے کہاں پر ہے چھپی ماں
گھر تیرے بنا سونا ہے اچھا نہیں لگتا
اولاد کا دکھ درد سمجھتی ہے فقط ماں
شہنازؔ ماں سا حوصلہ کوئی نہیں رکھتا

شہزاد نیّر

اتنی نہ اپنے نام کی ہر سُو دُہائی دے
جتنا تجھے میں سن سکوں اتنا سنائی دے
مجھ کو کسی بھی حال میں خلقت کے ساتھ رکھ
جن کو خدائی چاہیے اُن کو خدائی دے
دیکھے گا کوئی تیرگی میں دل بجھا ہوا
جلتا ہوا چراغ تو سب کو دکھائی دے
میں تجھ میں رہ کے خود سے بہت دور ہو گیا
اے یادِ یار! اب مجھے مجھ تک رسائی دے
اُس کا وجود میرے تصور کا معجزہ
جیسا میں اس کو سوچ لوں ویسا دکھائی دے

شوکت حیات تابش

دل پہ غم کا غبار باقی ہے
آنسوؤں کا اُدھار باقی ہے
موت سے زندگی تمام ہوئی
پر ترا انتظار باقی ہے
تُو نے دی تھی کبھی دعائے بہار
مجھ پہ اب تک بہار باقی ہے
میری میت پہ وہ نہیں آئے
شاید! ان کا سنگھار باقی ہے
جانے کیوں دیکھ کر مجھے تابشؔ
لوگ کہتے ہیں خار باقی ہے

شیریں گل رانا

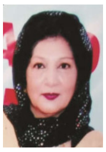

میں ایک قطرہ تھا جب تک کہ میں فضاؤں میں تھا
مجھے غرور تھا خود پر کہ میں ہواؤں میں تھا
میری تو ماں کی دعائیں تھیں ہاتھ پکڑے ہوئے
کبھی نہ گرنے دیا مجھ کو میں دعاؤں میں تھا
جو چشمِ بینا سے دیکھا تو گویا ڈر ہی گیا
ہمالیہ کی سی چوٹی کی میں اداؤں میں تھا
چلن زمانے کے دیکھے تو کھونے خشک ہوئے
میں ایک آنسو تھا جب تک کہ میں وفاؤں میں تھا
پھر اُس کے بعد سناٹا ہی چھا گیا ہر سُو
وہ ایک نغمہ شیریںؔ تھا جو صداؤں میں تھا

صابر جاذب

یا آئنوں کے دے کے کنول جائے آفتاب
یا کرچیوں کے پھول مسل جائے آفتاب
جلتی ہوئی شفق ہے کہ ہے شام شعلہ زن
شعلوں کو دیکھ کر نہ مچل جائے آفتاب
یہ اس کی اپنی آگ ہے یا ہے پرائی آگ
اے کاش! راز یہ بھی اُگل جائے آفتاب
کب سے جلا رہا ہے یہ ذروں کی ذات کو
خود اپنی آگ میں نہ پگھل جائے آفتاب
بادل نہیں یہ آہِ رسا ہے دھواں دھواں
صابرؔ درِفلک پہ نہ جل جائے آفتاب

صدیق سورج

ہو جائیں ذرا اُس کے سوالات مکمل
پھر دُوں گا اُسے مَیں بھی جوابات مکمل
کرتا ہوں وہ ہر کام جو دُشوار بہت ہو
ہوتی ہیں یُوں ہی میری مہمّات مکمل
پہچان کہاں بنتا ہے رسمی سا تعارُف
جب تک کہ نہ اُٹھ جائیں حجابات مکمل
آنکھوں کے دریچے بھی اُگل دیتے ہیں کچھ بھید
پوشیدہ کہاں رہتے ہیں جذبات مکمل
نفرت بھی کِیا کرتے ہیں بالقسط جو سُورجؔ
کب دے گا تجھے پیار کی سوغات مکمل

صدیق راز

جو مصور نے بنائے چاند تارے کیا کروں
نقش کاغذ پہ کیے دریا کنارے کیا کروں
تتلیاں اور پھول خوشبو، ہیں بہت دل کش مگر!
تو نہیں جو سامنے ایسے نظارے کیا کروں
میں خیالوں میں مری جاں تجھ کو پا سکتا نہیں
تو اگر ہو سامنے تو استعارے کیا کروں
جن میں ہو نہ تذکرہ میرے جمالِ یار کا
ایسی تحریریں ، رسالے ، وہ شمارے کیا کروں
تیرے وعدوں پہ کیا تھا رازؔ میں نے اکتفا
پر دیئے تو نے مجھے جھوٹے سہارے کیا کروں

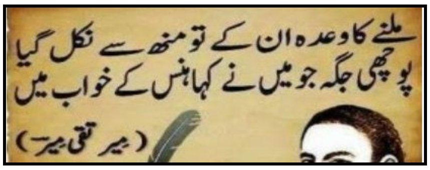

طارق امام کوکب

جھکائیں کیوں درِ اغیار پر جبینوں کو!
گنوائیں کیوں یہ خودی کے چھپے خزینوں کو
سمائے ذہن میں جن کے جنونِ منزلِ شوق!
شمار کرتے ہیں سال اور مہینوں کو
جنونِ حسرتِ تعمیر ہی میں ہے تخریب!
نگل رہے ہیں مکانات اب زمینوں کو
مخالفت ہو مگر ظرف چاہیے عالی!
کہ پُرشکن کبھی ہونے نہ دو جبینوں کو
نکھر گیا ہیرا فنِ شعر اے کوکبؔ
دعائیں دیتا ہوں میں اپنے نکتہ چینوں کو

طاہر بیگ دہلوی

فردوسِ دل نشیں سے نکالا گیا ہوں میں
اک جرم پہ زمیں پہ بسایا گیا ہوں میں
جب زار زار رونے کی خواہش ہوئی کبھی
وحشت زدہ بنا کے ہنسایا گیا ہوں میں
پیروں میں آبلے ہیں ، بدن بھی لہو لہو
کس کس ادا سے دیکھ ستایا گیا ہوں میں
پہچانا جو چاہا کبھی اپنے آپ کو
جامِ فریب دے کے سلایا گیا ہوں میں
طاہرؔ نمازِ عشق ادا کب ہوئی مری
ہر بزمِ دلبراں سے اُٹھایا گیا ہوں میں

سیّد طاہر شیرازی

آج یہ کیسا شور ہے دل کے آنگن میں
شاید کوئی چور ہے دل کے آنگن میں
لوٹ کے پھر ساون کا موسم آیا ہے
رقصاں یاد کا مور ہے دل کے آنگن میں
کوئی حاسد جس کو توڑ نہیں سکتا
ایسی پیار کی ڈور ہے دل کے آنگن میں
یادوں کا گلزار نہ ہو ویران کہیں
طوفانوں کا زور ہے دل کے آنگن میں
حسرت کی ہے یا ناکام محبت کی
طاہرؔ کس کی گور ہے دل کے آنگن میں

ظفر فاروقی

درد و غم سے سنوارا گیا
دل ہمارا نکھارا گیا
ان کو اتنا سنوارا گیا
آئینہ ان پہ وارا گیا
ضبط ٹوٹا تو ہم رو دیئے
جو بھرم تھا ہمارا گیا
وہ گیا جب ہمیں چھوڑ کے
کیا کہیں کیا ہمارا گیا
اس کا در چھوڑ کر اے ظفرؔ
ہاتھ دَر دَر پسارا گیا

ظہیر الدین شمس

کالی گھٹا کی اوڑھنی چہرے پہ ڈال کر
بیٹھا فلک پہ چاند ہے گھونگھٹ نکال کر
تکلیف میرے دل کو بہت دیتی ہیں مگر
رکھتا ہوں تیری یادوں کو پھر بھی سنبھال کر
اب تو گزارنا بھی شب و روز ہیں عذاب
جینا نہ اتنا اے غمِ جاناں محال کر
جس کا جواب دینے سے تکلیف دل کو ہو
اے چارا گر نہ مجھ سے تو ایسا سوال کر
کیوں کہ یہ مال و زر سے بھی انمول چیز ہیں
رکھنا تو شمسؔ آنکھوں کے آنسو سنبھال کر

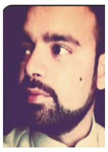

میجر عادل ورد

کون ہے خود شناس مت پوچھو
ٹوٹ جائے گی آس مت پوچھو
ہم ہیں بارش میں بھیگنے والے
ہم سے صحرا کی پیاس مت پوچھو
روز کرتے تھے خود سے ہنگامہ
کتنے ٹوٹے گلاس مت پوچھو
میری پوروں سے پھول اُگ آئے
کتنا اُدھڑا ہے ماس، مت پوچھو
مجھ سے پوچھو کہ وِرد کیسا تھا
وِردؔ کا التباس، مت پوچھو

عامر لیاقت عامر

تیرے ہونٹوں پہ جمتی ہوئی پپڑیاں
جان لیوا ہیں دل میں بنی سردیاں
آخرِ شب اُترنا پڑا غار میں
بند ہوتی گئیں آسماں گردیاں
رات رانی ہے مہکے ترے بام و در
میرے ہاں صحنِ دل میں اُگی جھاڑیاں
ساتھ بیٹھے تھے دونوں جہاں رات بھر
معتبر ہیں مرے گھر کی وہ سیڑھیاں
یادِ ماضی سے مخمور ہیں آج تک
میرے گاؤں کی قبروں کی جھڑ بیریاں

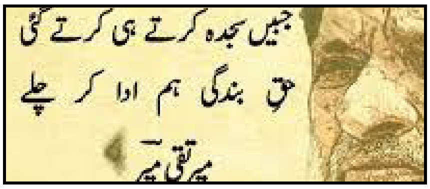

عامر شریف

جو ہم خیال مجھے پل میں آشنا سے لگے
وہ انجمن میں مگر کچھ جدا جدا سے لگے
شکستہ رنگ وہ بیلیں کسی کے آنگن کی
کہ خاربست بھی وحشت میں مبتلا سے لگے
خزاں رسیدہ بہاریں سوال کرتی ہیں
اُداس سائے درختوں کے بدنما سے لگے
جو راستے کبھی قدموں کو چوم لیتے تھے
نجانے کیوں وہ مجھے آج بے وفا سے لگے
عدم سے قبل بھی عامرؔ کوئی قیامت تھی
جب آفتاب اُمیدوں کے بددعا سے لگے

عامل سلطانپوری

گزرے تھے چند لمحے ہمارے یہیں کہیں
تقدیر کے تھے چمکے ستارے یہیں کہیں
جن کا شمار شاہوں کی صف میں تھا ایک دن
دامن ہیں اپنا وہ بھی پسارے یہیں کہیں
کچھ حق نہیں بہار کی خوشیوں میں اب مرا
ملتے رہے ہیں یہ بھی اشارے یہیں کہیں
کوتاہیوں کا اپنی تباہی میں تھا قصور
کچھ آستیں کے بھی تھے شرارے یہیں کہیں
عاملؔ ترے سلف کی جہاں آئیں کشتیاں
اسپین سندھ کے تھے کنارے یہیں کہیں

عاصم عاصی

اے ربِ جہاں! مجھ کو یہ اعجاز عطا کر
بے پَر ہوں مجھے طاقتِ پرواز عطا کر
سمجھے جو اشارے کو مری بات کو سمجھے
ایسا ہو جہاں میں کوئی ہمراز عطا کر
ہو بات میں تاثیر تو لہجے میں کشش رکھ
ہر دل میں اُتر جاؤں وہ انداز عطا کر
وحشت سی ہے رنگینیٔ پُرشور سے مجھ کو
دل سوز سے بھر اور کوئی دم ساز عطا کر
ڈرتا ہوں سرِحشر ندامت نہ اُٹھاؤں
عاصؔی ہوں مجھے کوئی تو اعزاز عطا کر

عامر عباس ناصر اعوان

سکوتِ شب میں مری سانس ایسے چلتی ہے
کہ جیسے لاش وفا کی کوئی تڑپتی ہے
ترا جہان تو آنکھوں میں توڑتا ہے خواب
اور اس کے بعد یہ خوابوں میں عمر جلتی ہے
اب انتظام کرو میکدے میں جانے کا
کہ تھک گیا ہے وہ سورج تو شام ڈھلتی ہے
بلکتے بھوک سے بچے نے چاند دیکھا جب
بہل گیا کہ وہ روٹی سی اِک چمکتی ہے
ستم ظریف رتیں ہیں خمار شوق بھی ہے
خنک سی درد کی ناصرؔ ہوا بھی چلتی ہے

عامر عسکری

سنتے ہیں تیرا نام ہم ایسے بدل گئے
آنسو حدودِ ضبط سے باہر نکل گئے
منزل کی سمت اپنا سفر اس طرح ہوا
ٹھوکر جو کھائی گِر پڑے، گِر کر سنبھل گئے
ایسے شکستہ پا نہیں دیکھے ہیں راہ میں
ہم چل رہے تھے دھوپ میں سائے مچل گئے
عزمِ صمیم سے جو رکھا راہ میں قدم
عامرؔ ہماری راہ سے کہسار ٹل گئے

عاصم تنہا

گئے دنوں سے پھر کوئی سوال کر، دھمال کر
کسی کو یاد کر کے آنکھ لال کر، دھمال کر
ہمارے ساتھ بیت جاتی ہیں تری جو ساعتیں
وہ وقت روک، ایسا بھی کمال کر، دھمال کر
جدائیوں میں قربتوں کی وحشتوں کو ڈال دے
حسین رُخ کو چُوم کر دھمال کر، دھمال کر
اِک آئینے کو کرچیوں میں ڈھال دے او بے خبر
پھر اس کے بعد اس پہ بھی ملال کر، دھمال کر
جہاں میں شعر و شاعری کو اک الگ بیان دے
کہ لفظ لفظ چُن کے اک مثال کر، دھمال کر

عباس شمسی

شہر سے پیار نہ گاؤں سے پریشانی ہے
ہمیں دن رات کے فاقوں سے پریشانی ہے
ہم چراغوں کو کوئی لطف نہیں ان کے بغیر
تم چراغوں کو ہواؤں سے پریشانی ہے
اس کے کوچے میں کوئی جاتے ہوئے دیکھ نہ لے
آج شب چاند ستاروں سے پریشانی ہے
جو مری آنکھ کا دریا ہے تلاطم کا شکار
اے بچھڑے ہوئے یاروں سے پریشانی ہے
خیمۂ جسم میں اس دل کو وہی الجھن ہے
جیسی دریا کو کناروں سے پریشانی ہے

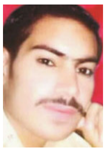

عبدالجبار طارس

دوسروں سے جدا ہو تم جانی
کیا مجازی خدا ہو تم جانی

اپنا سب کچھ نثار کر ڈالا
پھر بھی مجھ سے خفا ہو تم جانی
کیسے کہہ دوں کہ تم نہیں میرے
میرے دِلرُبا ہو تم جانی
راس آتی گئی اتنا مجھ کو
میری ساری انا ہو تم جانی
یہ ہی کہتا رہوں گا میں طارقؔ
میری ہر اِک صدا ہو تم جانی

عبدالعزیز عزیز

اِک پیار کی ڈگر ہو خدا کی زمین پر
آباد یہ نگر ہو خدا کی زمین پر
شب روز یوں بسر ہوں خدا کی زمین پر
جس میں نہ کوئی ڈر ہو خدا کی زمین پر
سو سال سے بڑی ہے پھر اِک پل کی زندگی
گر چین سے بسر ہو خدا کی زمین پر
تصویر سب جہاں کی مصور خیال ہو
رنگوں بھری نظر ہو خدا کی زمین پر
کچھ نیک کام کر لے اگر چاہتا ہے تو
نامِ عزیزؔ امر ہو خدا کی زمین پر

عبداللہ نعیم رسول

شمشیر بکف رزم گہِ جاں میں کھڑا ہوں
اور دُشمنِ کم ظرف کو للکار رہا ہوں
اس واسطے ہی بخت مرا اوج نشیں ہے
میں خدمتِ مخلوق پہ معمور رہا ہوں
وہ اس لیے سچا ہے کہ وہ بول رہا ہے
میں اس لیے جھوٹا ہوا کہ خاموش کھڑا ہوں
اِک عمر سے ہوں میں تو اسیرِ غمِ دوراں
اِک عمر سے دل خانے نہ آیا نہ گیا ہوں
پتھر ہوں مگر دیکھیے قسمت کہ نعیم آج
شہزادیٔ دوراں کی انگوٹھی میں جڑا ہوں

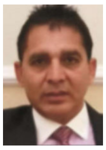

عبدالخالق آرزو

گرنے لگتا ہوں جونہی ماں کی دُعا کھینچتی ہے
ورنہ پتے کو تو ہر روز ہوا کھینچتی ہے
کب تلک پھول سنبھالے گا یہ خوش بو اپنی
دیکھیں کس لمحے اسے بادِ صبا کھینچتی ہے
مار ڈالے گی مجھے ان کی یہ کھینچا تانی
اِس طرف زندگی اُس طرف قضا کھینچتی ہے
چھوتے چھوتے ہی میں رہ جاتا ہوں دامن تیرا
ابن آدم ہوں سو پیچھے سے خطا کھینچتی ہے
روز سوتا ہے حیات اپنی سے لڑ کر خالقؔ
صبح اُٹھتا ہے تو پھر اس کی ادا کھینچتی ہے

عبدالکریم اطہر

ہجرت کے آثار بہت ہیں
یہ موسم بیمار بہت ہیں
پاگل تاجر ہیرا بیچے
بستی میں نادار بہت ہیں
کچا رستہ اور مسافر
بارش کے آثار بہت ہیں
کون سی بات سناؤں پہلے
اس دل کے آزار بہت ہیں
ڈوبنے والے تیرے محسن
دریا کے اس پار بہت ہیں

عبدالحیٔ بشارت

کیسے جیوں گا تیرے بنا یہ بتا کے جا
لہروں سے ریت کا یہ گھروندہ بچا کے جا
اِک شمع بے نوا تھی جلی جو تمام رات
بادِ نسیم صبح اسے تو بجھا کے جا
شامِ الَم کے جھیلے بہت دکھ ترے بغیر
گر ہو سکے تو خواب ہی کوئی دکھا کے جا
آ ہی گیا ہے اب جو بشارتؔ تو پھر مجھے
تو یادِ ہجر یار کی شدت بتا کے جا

عتیق الرحمان صفی

یہ جو رات دن معاصر مرے ساتھ چل رہے ہیں
کئی سازشی عناصر مرے ساتھ چل رہے ہیں
جنھیں مل گیا ہے موقع وہ تو کب کے جا چکے ہیں
جو ہیں بھاگنے سے قاصر مرے ساتھ چل رہے ہیں
نہیں دیکھ سکتے کچھ بھی ہی سوائے ذات اپنی
سو میں کیسے کہہ دوں باصر مرے ساتھ چل رہے ہیں
میں ہٹا رہا ہوں خود ہی مرے راستے کے پتھر
یہ برائے نام ناصر مرے ساتھ چل رہے ہیں
جو ہوئی ذرا سی لغزش مجھے گھیر لیں گے فوراً
اس گھات میں محاصر مرے ساتھ چل رہے ہیں

عذرا ناز

وصل کے پھول چُن رہی ہوں میں
اِک حسین خواب بُن رہی ہوں میں
جو کوئی اور سُن نہیں پایا
آہٹیں وہ بھی سُن رہی ہوں میں

تو مجھے کیسے بھول سکتے ہے؟
تیرے نغموں کی دُھن رہی ہوں میں
یہ ترا فن مری امانت ہے
تیری وجہِ سخن رہی ہوں میں
اپنی ہر اِک دعا کے بعد عذراؔ
طالبِ حرفِ کُن رہی ہوں میں

عرفان حسین اظہر

حالِ دل پوچھیں کبھی تو صرف اتنا کیجئے
خاک دل مٹھی میں لے کر یہ کہیں کہ لیجئے
عشق کی پہچان ہوتی ہے دریدہ دامنی
ہو گیا وہ گر رفواس کو نہ ہرگز کیجئے
گوہرِ نایاب ہے یہ عشق میں رسوائی بھی
ہر کوئی کہتا ہے آنسو اس قدر نہ پیجئے
کھیل ہے دل کا اظہرؔ کیا فیصلہ ہو گیا یہاں
ہار ہو یا جیت ہو ہرگز نہ سوچا کیجئے

عرفان عابدی مانٹوی

میں اپنے اشک میں خود کو بھگو رہا ہوں ابھی
خطا کو اشکِ ندامت سے دھو رہا ہوں ابھی
مجھے نہ چاہیے تکیہ کسی بھی تکیے کا
میں ماں کے ہاتھ پہ سر رکھ کے سو رہا ہوں ابھی
مرے مزاج سے نفرت رہی ہے سورج کو
میں ہمکلام جو جگنو سے ہو رہا ہوں ابھی
نکل پڑا ہوں میں خود کو تلاش کرنے کو
میں اپنے آپ میں خود کو ہی کھو رہا ہوں ابھی
میں بارشوں میں کبھی دھوپ کی حرارت میں
گھروندا غور سے دیکھا تو رو رہا ہوں ابھی

ڈاکٹر عزیز احسن

نظر میں رکھتا ہوں یوں بھی تری مثالوں کو
ترا ہی عکس سمجھتا ہوں میں اُجالوں کو
یہ کیا ہوا کہ فقط تذکروں میں ملتے ہیں
نگاہ ڈھونڈتی پھرتی ہے باکمالوں کو
چلو! تم ان کو تقدس مآب مت سمجھو
مگر حقیر نہ جانو شکستہ حالوں کو
تمام شہر ہی تاریکیوں میں ڈوب گیا
نہ جانے کس کی نظر کھا گئی اُجالوں کو
سجا رکھا ہے بڑی احتیاط سے احسنؔ
ہر ایک حلقۂ زنجیر میں سوالوں کو

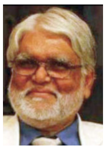

عزیز بلگامی

جہان سارا ہی قرباں ہے میری سیرت پر
ملا ہے غازۂ خوں میں نے اپنی صورت پر
نہ روؤ، دُنیا پرستو! مری شہادت پر
یقین ہے کہ نہیں تُم کو ، اجرِ جنت پر؟
گنوائی جب سے جوانوں نے دولتِ کردار
زمانہ ہنستا ہے اب قوم کی ہزیمت پر
مرے قلم سے تو نگر بنا جہاں سارا
توجہ کی نہ کسی نے مری ضرورت پر
میں سانس کیسے لوں! چیخوں کے درمیان عزیزؔ
کہ نغمہ باری بھی اب بار ہے سماعت پر

عدیل احمد

دیکھنا مت یہ مری مان محبت کر کے
خاک ہو جاتے ہیں ارمان محبت کر کے
یہ ہے عاشق یہ ہے مجنوں مجھے دنیا نے کہا
ایسے بنتی گئی پہچان محبت کر کے
اس کی تاثیر تمہیں کیوں نہ بھلا اچھی لگے
لکھتا رہتا ہوں جو دیوان محبت کر کے
سر پہ دنیا کو اٹھائے ہوئے جو پھرتا تھا
اب کے بیٹھا ہے پریشان محبت کر کے
مجھ پہ یہ راز محبت کا کھلا اب احمدؔ
مرنا ہو جاتا ہے آسان محبت کر کے

عثمان عبدالقیوم

ہر اِک اخبار کی زینت ہر اِک تصویر میں رہنا
مجھے اچھا نہیں لگتا غمِ تشہیر میں رہنا
میں بن کر ابر اپنی ذات کے اوپر بھٹکتا ہوں
سمندر ہوں سو میرا کام ہے تبخیر میں رہنا
مرے ہر شعر کی حرمت ترے غم کی بدولت ہے
فقط تجھ سے گزارش ہے مری تحریر میں رہنا
مجھے ان چاند راتوں کی ضیا سے کچھ نہیں مطلب
مرے خوابوں کی رونق تم مری تعبیر میں رہنا
مرا عثمانؔ بچپن سے یہی اِک مشغلہ سا ہے
کبھی خود کو گرا دینا کبھی تعمیر میں رہنا

عثمان قیصر

نظر کچھ آتا نہیں تاج و تخت کے آگے
بلا سے خون بہے شاہِ وقت کے آگے
وہ کیا سنائے گا دنیا کو داستانِ اَلم
زباں ہے گنگ مری سرگذشت کے آگے
عدو کی فتح ، کھلے دل سے تم قبول کرو
نہیں ہے عذر مناسب شکست کے آگے
وہ سب دعا کے سوا تجھ کو اور کیا دے گا

بڑھا نہ دست تو کاسہ بدست کے آگے
ملا ہے خاک میں قیصرؔ! غرور باطل کا
قدم جما نہ سکا حق پرست کے آگے

عطار اٹھور عطار

صداقتوں کا علَم دار مارا جائے گا
ہمیں خبر ہے کہ عطار مارا جائے گا
اٹوٹ انگ اور شہہ رگ کی چپقلش کے بیچ
ہر ایک صاحب کردار مارا جائے گا
یہاں بھی ماؤں کی آنکھوں سے خون ٹپکے گا
جوان بیٹا جو اُس پار مارا جائے گا
ہزاروں انگلیاں اٹھیں گی پھول کی جانب
یقین جانیے جب خار مارا جائے گا
خلوص، درد ، مروت تو مر چکے کب کے
میں سُن رہا ہوں کہ اب پیار مارا جائے گا

عظمٰی رحمان ہاشمی

گئے وقتوں میں یہ کمیاب تھی کب
وفا اس دور میں نایاب تھی کب
مجسم تھی دلوں میں بن کے دھڑکن
صداقت کذب میں غرقاب تھی کب
ملا کرتے تھے جھک کر اہلِ دانش
انا لہجوں میں یوں بیتاب تھی کب
جُھکی رہتی تھی یہ پلکوں کی چلمن
نگاہوں میں حیا کمیاب تھی کب
زمیں کا رزق ہیں انسان امبر
لہو سے یہ مگر سیراب تھی کب

علی شیدا

دیدونظر میں ہے بسا نقش گماں مٹا کے دیکھ تو
اور جو عکسِ لا بہ لا اُس پہ بنا کے دیکھ تو
چاک نمودِ رخت کر اور جنوں کے رن میں آ
دشت گماں میں کر دھمال خاک اُڑا کے دیکھ تو
توڑ نظر کی سرحدں چھوڑ گماں کے دائرے
ہو کے رہے گا سربلند دل تو جھکا کے دیکھ تو
دَم میں نہیں ہے پرورش تابِ ہُنر میں لغزشیں
خود سے جدا ہوا ہے کیوں خود کو منا کے دیکھ تو
چاند لیے جو ہاتھ میں گھوم رہا ہے شیدا جی
اُس کو ذرا سا دھوپ میں سرمہ لگا کے دیکھ تو

عمر تنہا

رشکِ لالہ زار کی چاہت کے باوجود
ہوں خالی ہاتھ اتنی محبت کے باوجود
سودا گروں سے جا کے فقط اتنا پوچھئے
تسکین کیوں نہیں تمہیں دولت کے باوجود
ہنس کر سہی ہیں میں نے زمانے کی ٹھوکریں
نفرت نہ کی کسی سے بھی نفرت کے باوجود
محسوس ہو گیا ہے مجھے چل کے اُس کے ساتھ
وہ ہمسفر نہیں ہے رفاقت کے باوجود
یوں خود کو بیچنا مجھے ہرگز نہیں قبول
اِس نامراد عہدِ تجارت کے باوجود

سید عمران علی شاہ

زندگی درد سے عبارت ہے
ہاں یہ تقدیر کی شرارت ہے
تو نے آنے کا جب نہیں پوچھا
تجھ کو جانے کی بھی اجازت ہے
ہجر کا درد بھی تو شامل ہے
اس لیے دھوپ میں تمازت ہے
قافلے سے بچھڑ گیا ہوں میں
پیچھے رہ جانا میری عادت ہے
تجھ سے خائف بھی میں نہیں ہوں مگر
تیری نسبت بھی اِک سعادت ہے

عینی زاسید

کوئی رسوائی کا ساماں نہیں ہونے دیتی
جذبۂ عشق کو عریاں نہیں ہونے دیتی
فاصلوں میں بھی میں رکھتی ہوں توازن قائم
قربتوں کو بھی پشیماں نہیں ہونے دیتی
میں کبھی حد سے گزرنے نہیں دیتی اس کو
اور کبھی خود سے گریزاں نہیں ہونے دیتی
سو جتن کر کے میں رکھتی ہوں بندھائے ہوئے آس
اس کو مایوس و پریشاں نہیں ہونے دیتی
پیار تو کرتی ہوں دل سے اسے عینیؔ لیکن
میں کبھی چاک گریباں نہیں ہونے دیتی

غلام فرید طاہر

دلِ حزیں میں ترا جب کبھی خیال آیا
زملکِ حسن مجھے مژدۂ وصال آیا
ہے غرق قوم کا ہر فرد بحرِ عصیاں میں
اسی لیے ہے مری قوم کو زوال آیا
نہ جانے ہو گا مرے گلستاں کا کیا انجام
ہمیشہ میرے لبوں پر یہی سوال آیا
مِلا نہ ایک بھی انساں حق پرست مجھے

میں اپنے شہر کو ہر طرح دیکھ بھال آیا
نتیجہ ہے مرے کردارِ زشت کا طاہرؔ
کہ آج چہرۂ ہستی پہ ہے ملال آیا

غوثیہ سلطانہ

ستارہ کوئی ٹوٹ جائے تو کیا ہے
فلک تو نہ ہوگا ستاروں سے خالی
محبت نہ ہوتو ہے فطرت ادھورے
سفر زندگی کا بہاروں سے خالی
گزر جانا یوں تیرا پہلو بدل کر
مری رہگذر ہے نظاروں سے خالی
سِتم لاکھ کر لے زمانہ کسی پر
نہ دنیا ہوئی ہے کہاروں سے خالی
تڑپتی نگاہوں کی روداد بولے
کہ دنیا نہ ہوگی فسادوں سے خالی

فراغ روہوی

تری ادا، ترے حسن و جمال کی بارش
غزل کو چاہیے فرطِ خیال کی بارش
غرور کرنے لگی ہے قبائے گل کتنا
گلوں پہ کی ترے لب نے گلال کی بارش
مِلن کی چند پھواریں تھیں اپنی قسمت میں
کبھی ہوئی نہ جھماجھم وصال کی بارش
بجھی نہ آگ اگرچہ ہمارے جسموں کو
بھگو رہی تھی شب اتصال کی بارش
وہ کس ادا سے تھے پہلونشیں نہ پوچھ فراغؔ
کہ شہر جاں پہ ہوئی تھی کمال کی بارش

فرزانہ فرحت

درد میں ڈوبے ہوئے میرے مہ و سال نہ دیکھ
میرے ہاتھوں کی لکیروں کا کوئی حال نہ دیکھ
تو جو دیکھے گا نجومی تو اُلجھ جائیگا
مری قسمت کے ستاروں کی ابھی چال نہ دیکھ
دیکھ اس دل کا یہ بے رنگ سا پھیکا موسم
میں نے اوڑھی ہے جو رنگوں بھری یہ شال نہ دیکھ
ترے دل میں ہے جو رنجش وہ بیاں کر مجھ سے
اِس مرے شیشۂ دل کا تو کوئی بال نہ دیکھ
میرے پیروں میں تو کانٹے ہی بچھے ہیں فرحت
مرے اس باغ کی پھولوں بھری وہ ڈال نہ دیکھ

فریدہ انجم

کبھی زمیں تو کبھی آسمان بولتا ہے
ہمارے درد پہ سارا جہان بولتا ہے
کسی کی بات میں تلخی یونہی نہیں گھلتی
یقین چپ ہو جہاں تب گُمان بولتا ہے
محبتوں کے لیے ترجماں کی حاجت کیا
یہ وہ زباں ہے جو سارا جہان بولتا ہے
عجیب صندلی آواز ، مشک لہجہ ہے
یہ شہر ہو نہ ہو اُردو زبان بولتا ہے
مجال کیا تجھے چھو جائے غم کی دھوپ فرحؔ
شکستہ حال سا اِک سائبان بولتا ہے

فرزانہ فرحت

آکر کبھی تو میرے بھی حالات دیکھئے
کٹتے ہیں کس طرح مرے دن رات دیکھئے
اپنی یہ آرزو کبھی پوری نہ ہو سکی
کیا امتحاں ہوا ہے مرے ساتھ دیکھئے
ان چاہتوں کا رنگ فضا میں بکھر گیا
بے رنگ زندگی کی حسیں رات دیکھئے
اللہ کا کرم ہے کہ اس کی نوازشیں
کتنے بدل گئے مرے حالات دیکھئے
نظروں سے اپنی دیکھ تو لیتے کبھی مجھے
انجم نہ بدلے آج بھی حالات دیکھئے

ڈاکٹر فریاد آذر

میں نے خود کو ہی جہاں میں نہ کہیں کا رکھا
تو نے جس حال میں رکھا مجھے اچھا رکھا
مدتیں میری خموشی میں گزر جاتی تھیں
مدتوں اس نے بھی چُپ شاہ کا روزہ رکھا
میرے چہرے پہ رکھے اس نے بزرگی کے نقوش
اور سینے میں ہمکتا ہوا بچہ رکھا
اور کے بھاگ لکھے نسخ میں، تعلیق میں بھی
میری قسمت کیلئے خطِ شکستہ رکھا
مدتیں بیت گئیں ان کو سناتے آذرؔ
آج تک ہم نے ہر اِک شعر کو تازہ رکھا

ڈاکٹر فیروز حیدری

مانا کہ ہم جنوں میں کہیں بھی نکل پڑے
کیوں اہلِ عقل و ہوش تعاقب میں چل پڑے
سچ بولنے کی دیتے ہو ترغیب تو ہمیں
ایسا نہ ہو کہ آپ کے ماتھے پہ بل پڑے
تجھ سے بچھڑ کے کربِ مُسلسل ہوا نصیب
راتوں کو چین آئے نہ اب دن میں کل پڑے
ہو جائے قتل کوئی تو پیاسا لبِ فرات

ایڑی رَگڑ دے کوئی تو چشمہ اُبل پڑے
فیروز دل کو روگ لگا ہے تو عشق کا
ایسا نہ ہو دماغ میں اِس سے خلل پڑے

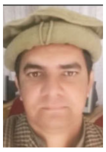

فیصل مُضطر

مرے تو کام نہ کچھ عالمِ نجوم آیا
تری تلاش میں دنیا تمام گھوم آیا
حیات تھی تو کوئی پوچھتا نہیں تھا اُسے
وہ شخص جس کے جنازے پہ اِک ہجوم آیا
یہ درد ہم پہ لپکتا ہے سانپ کی مانند
خوشی نے بین بجائی تو جھوم جھوم آیا
کسی کی بولتی تصویر پر تو بنتا تھا
سو ، آج دستِ مصور کو جا کے چوم آیا
ملا نہیں ہے اسے لمحۂ سکوں مُضطر
کہاں کہاں نہ دلِ بے قرار گھوم آیا

فیضان فیضی

میں ان کے کار، جہاں پر نظر نہیں رکھتا
اور اُن کی راہوں کی اب کچھ خبر نہیں رکھتا
اب اُن کے نام ہی منسوب ہے کتاب دل
کہ جن پہ حرف بھی میرا اثر نہیں رکھتا
سنا ہے بزمِ شبینہ میں مجھ کو ساتھ اپنے
وہ چاہتا تو ہے رکھنا مگر نہیں رکھتا
کسی کی یاد بھٹکنے ہ دے گی مجھ کو کہیں
تبھی تو ساتھ کوئی راہ بر نہیں رکھتا
خدا کرے نہ تہی دست کوئی ، فیضی سا
جو بعد مرنے کے دو گز کا گھر نہیں رکھتا

کاشف صہیم

وقت کے ساتھ چل رہا ہوں مَیں
پھر بھی کتنا پھسل رہا ہوں مَیں
حسرتوں کے نگر میں کچھ نہیں ہے
اب یہاں سے نکل رہا ہوں مَیں
سانحہ اِک مِرے تبسم کو
لے گیا، ہاتھ مَل رہا ہوں مَیں
یوں ادھورا نہ تھا کبھی پہلے
کیوں مگر آج کل رہا ہوں مَیں
تھک چکا ہوں وفا کی راہوں سے
راستہ ہی بدل رہا ہوں مَیں

کامران غنی صبا

وادیٔ عشق میں انجام سے توبہ توبہ
عاشقو! عزت و اکرام سے توبہ توبہ
شیخ تم چاہو جسے کافر و مُشرک کہہ دو
یہ ہے اسلام، تو اسلام سے توبہ توبہ
آخ تھو! مجھ کو یہ تذلیل گوارا ہی نہیں
حاکمِ شہر کے انعام سے توبہ توبہ
توڑ دیتا ہو میں ہر رات کو توبہ اپنی
پھر میں کرتا ہوں نئی شام سے توبہ توبہ
اِس کی آنکھوں میں کسی روز اُتر کر دیکھوں
تم بھی کر لو گے صبا جام سے توبہ توبہ

کامران اعظم سوہدروی

ہے جہانِ آگہی سے پیدا ، دل میں آرزو
اور اِسی شعلہ سے روشن ہے چراغِ جُستجو
نہ کُھلے جب تک ترے فکر و عمل پہ رازِ دل
انجمن پہ کُھل نہیں سکتی ، دلیلِ گفتگو
یہ جہان رنگ و بو تیرے سوا کچھ بھی نہیں
ہے تری ہستی سے تُجھ پر آشکارا چار سو
صورتِ تقدیر رکھتا ہے ، تدبر پر یقیں
صاحب کردار سے، چاکِ گریباں کا رفو
منتظرِ معجزہ رہتی ہے، جو چشمِ حیات
ہر گھڑی رہتی ہے، نظارۂ غم کے رو برو

کلیم اللہ کلیم

خلش یہ آج کی بالکل نہیں ہے
تمہارے بن خوشی بالکل نہیں ہے
بکھر بھی جاؤں گر میں ریت بن کر
ضرورت آپ کی بالکل نہیں ہے
خموشی لَب پہ طاری ہے یقیناً
مگر پژمردگی بالکل نہیں ہے
تمنا جس کی تھی پاکر اِسی کو
تعجب ہے خوشی بالکل نہیں ہے
کلیمؔ اللہ کسی پر مر مٹا ہوں
مگر یہ خودکشی بالکل نہیں ہے

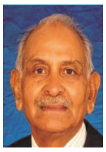

کنول فیروز

ہم سے لوگوں کے گھر نہیں ہوتے
ہو بھی سکتے ہیں پر نہیں ہوتے
کئی ایسے مکاں بھی ہوتے ہیں
جن کے دیوار و در نہیں ہوتے
جن کی فطرت میں بے وفائی ہو
باوفا عمر بھر نہیں ہوتے
جن کی منزل نہ کوئی جادہ ہو

ہم سے ایسے سفر نہیں ہوتے
ایسے بھی لوگ ہیں کنوؔل جن کی
پگڑی ہوتی ہے سر نہیں ہوتے

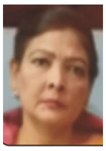

کوثر ایمن

روشنی درسِ بھلائی دے گی
تیرگی نقشِ برائی دے گی
جب کسی اور طرف دیکھو گے
میری صورت میں دکھائی دے گی
مُجھ پہ الزام کوئی بھی رکھو
خامشی میری صفائی دے گی
جب کہیں گیت سنو گے کوئی
میری آواز سنائی دے گی
خود کو پابند کیا ہے ایمنؔ
قید ہی مجھ کو رہائی دے گی

فوزیہ اعوان

چاند پھر چمکا ہے جاناں، تیری اِن باتوں کے بعد
زندگی پھر ہوگی رقصاں، ظلم کی راتوں کے بعد
آہنی ہاتھوں سے ٹوٹیں گے درِ زنداں کے قفل
اِک یہی رستہ ہے باقی، اب منا جاتوں کے بعد
چُور تھے جو جسم سہہ کر بہیمانہ سِتم
اُٹھ کھڑے ہیں، اب وہی باہم ملاقاتوں کے بعد
یہ تصوّر بھی حقیقت میں بدل جانے کو ہے
مہربان صُحبتیں بھی ہیں، نا مہربان راتوں کے بعد
کس قدر مکرو چہرے تھے، پسِ پردہ مگر
یہ فسانہ تو کُھلا، اِتنی مداراتوں کے بعد

عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
مَیں تری خدمت کے قابل جب ہُوا تو چل بسی

فہیم کاظمی

میں جتنی بھی کروں کوشش اکارت پائی جاتی ہے
کہ ان کی آنکھ میں ہر دم شرارت پائی جاتی ہے
کبھی شانے، کبھی پلکیں، کبھی رُخسار کو چُومیں
یہ ہر محبوب کاکل میں جسارت پائی جاتی ہے
ہے سمٹا حُسن کا پیکر لَب و رخسار پہ لالی
جھکی پلکوں میں کتنی ہی طہارت پائی جاتی ہے
نہ قرطاس وقلم کی اور نہ رشنائی کی حاجت ہے!
صدائے دل کی ماتھے پہ عبارت پائی جاتی ہے
برہنہ تیغ کی مانند ہیں وہ کاظمیؔ ابرو!
کہ جن کی جنبشوں میں قتل و غارت پائی جاتی ہے

مبشر شہزاد گلاسگو، سکاٹلینڈ

ہم امن چاہتے ہیں-عوام کی آواز

ہم دل سے چاہتے ہیں پھولے پھلے یہ دنیا
آسائیشوں میں جھولے خوشحالیوں سے کھیلے
جینے کی طرح اس کو جینے کی ہو اجازت
کیوں قبل موت انسان تکلیف مرگ جھیلے
حرص و ہوس کے بازو پھیلا چکے بہت تم
اے مدعی عظمت اے اقتدار والو
انسان کا خون آخر کب تک یونہی بہے گا
ڈھاتے ہو کیوں قیامت اے ایٹمی خداؤ
کردو تباہ اپنی بارود کی دوکانیں
ایندھن نہ تم بناؤ دنیا کو جنگ بازو
ہوگی زبوں تمہاری سعی اجارہ داری
وہ وقت آرہا ہے تم پر اجارہ دارو
یہ فرق ہی بنے گا تمہید کامرانی
اے دشمنان ہستی تم جنگ چاہتے ہو
ہم امن چاہتے ہیں ہم امن چاہتے ہیں

کریم بلال عظیمی

ایسا ہے وہ دریا دل
لے کر ڈوبا میرا دل
ہونٹوں کی تو پیاس بُجھی
تن میں ہے اِک پیاسا دل
ہر دل میں اِک دنیا ہے
دنیا میں ہے تنہا دل
پھرتا ہوں میں آوارہ
لے کر تنہا تنہا دل
ناممکن ہے نکلے بلالؔ
بحرِ غم سے ڈوبا دل

کلیم ضیاء

جو میری خاطر یہ دل تمہارا نڈھال ہوتا، کمال ہوتا
جو میں بھی تیری محبتوں میں مثال ہوتا، کمال ہوتا
میں مل کے تم سے بچھڑ چکا ہوں، اُجڑ چکا ہوں، بکھر چکا ہوں
یقین مانو کبھی نہ اپنا وصال ہوتا، کمال ہوتا
وہ اُس گھڑی جب زمانہ سارا مجھے ہی مجرم سمجھ رہا تھا
تمہارے لب پر مری وفا کا سوال ہوتا، کمال ہوتا
یہ ساری دنیا ہے تیری چاہت مری تو دنیا فقط تمہی ہو
تمہیں بھی جاناں مرا ذرا سا خیال ہوتا، کمال ہوتا
مری تو حالت ہے رات دن اب خیال تیرے ہیں خواب تیرے
جو میرے جیسا ضیاءؔ تمہارا بھی حال ہوتا، کمال ہوتا

ادبی نشست بزم شعر وسخن سمبڑیال ضلع سیالکوٹ

رپورٹ
طاہر احمد زاہد

مورخہ 25 جنوری بروز ہفتہ چھ بجے شام سمبڑیال ضلع سیالکوٹ میں ایک ادبی نشست بزم شعر وسخن کا اہتمام کیا گیا اس مشاعرہ کی خاص بات اسکے مہمان گرامی تھے جن میں محترم حافظ مظفر احمد صاحب اور محی الدین عباسی صاحب ایڈیٹر لاہور انٹرنیشنل اور امریکہ سے آئے ہوئے محترم عبدالکریم قدسی صاحب تھے جو چند دن پہلے پاکستان لوٹے ہیں۔ یہ مشاعرہ قدسی صاحب کی خصوصی آمد کی وجہ سے انتہائی غیر معمولی ہو گیا اور بہت کامیاب مشاعرہ ہوا اس مشاعرہ میں دیگر شہروں سے بھی شعراء کرام نے شرکت کی اور حاضرین کی بڑی تعداد نے اس مشاعرہ کو رونق بخشی اس مشاعرہ میں جن شعراء کرام نے شرکت کی انکے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

محترم عبدالکریم قدسی صاحب امریکہ، اطہر حفیظ فراز صاحب چونڈہ، طارق چوہان صاحب چونڈہ، محمد امین جنجوعہ صاحب چونڈہ، مرزا محمد نواز طاہر صاحب بنگلہ، حافظ مبرور احمد صاحب راولپنڈی، زاہد گل صاحب داتا زید کے، مبشر احمد وڑائچ صاحب فیصل اباد، میاں کاشف نسیم کاشف صاحب سمبڑیال، سید افتاب احمد شاہ سمبڑیال، سید طاہر احمد زاہد سمبڑیال، سمبڑیال میں یہ باقاعدہ پہلا مشاعرہ ہے جس کا انعقاد کیا گیا جس کو سید طاہر احمد زاہد نے آرگنائز کیا اس مشاعرہ کا آغاز تلاوت قران کریم سے ہوا سٹیج سیکرٹری کے فرائض سید افتاب احمد شاہ نے ادا کیے اور اس مشاعرہ کے صدر محفل عبدالکریم قدسی صاحب تھے جنکی ادبی خدمات قابل قدر ہیں انکی آمد نے اس مشاعرہ کو چار چاند لگا دیئے۔

مشاعرہ میں جن شعراء کرام نے اپنا کلام پیش کیا انکے کلام کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

سید آفتاب احمد شاہ صاحب

آپ محبت سمجھنا چاہتے ہیں ۔ یا محبت میں لٹنا چاہتے ہیں
سر دھڑ کی لگا دیجے بازی ۔ اگر اپ بازی پلٹنا چاہتے ہیں

محمد امین جنجوعہ صاحب

مری تلاش بھی تم مری جستجو تم ہو ۔ نہاں ہو دل میں بھی اور رُو برو تم ہو

طارق چوہان صاحب

اک شخص تھا پاس میرے تو بڑا سرور تھا
پاس اس کے ہونے سے میں بھی مسرور تھا

زاہد گل صاحب

تری دوری میں بھی اک قربت ہے
اسی قربت کے سہارے ہم جی رہے ہیں

حافظ مبرور احمد صاحب

غلام صادق غلام احمد خدا سے پایا یہ نام احمد
خدا کا زندہ نشان احمد نبی کا

نائیب غلام احمد اور پنجابی

دنیا دے رنگ وکھرے ویکھے ۔ چن ہن دن نوں چڑھدے ویکھے

محمد نواز طاہر صاحب

اس سے پہلے کہ میں کتاب لکھوں ۔ ان کی تعریف بے حساب لکھوں

اور غزل

عداوت کو ہم بے نشاں چھوڑ اے ۔ محبت میں وہ داستاں چھوڑ اے

اور پنجابی غزل کے اشعار

پیار دلاں وچ بھردے جائیے ۔ جتدے جتدے ہردے جائیے

میاں کاشف نسیم صاحب ۔ پنجابی غزل

دل تے تیر چلائے سجن ۔ سانوں بڑا ستائے سجن
جس دے یار دی اکھ نشیلی ۔ اکھے ہائے ہائے سجن

اور اردو غزل

وفا کی راہوں میں بے وفائی ۔ دکھا کے جانا کمال کیا ہے
ذرا سی لغزش پہ روٹھ جانا ۔ دل جلانا کمال کیا ہے

سید طاہر احمد زاہد ۔ پنجابی نظم

کیہ مکھڑے دی تعریف کراں ۔ مرے قلم دی ایہہ اوقات نیں
کیہ لکھاں سوسو وار ڈراں

اور اردو نظم

ہر دعا کو اک دیا کرتے چلو ۔ ظلمتوں میں راستہ کرتے چلو
تم کو منزل کی اگر ہے آرزو ۔ سجدے اشکوں سے ادا کرتے چلو
اور ہماری داستاں کیا پوچھتے ہو ۔ ہمارے امتحاں کیا پوچھتے ہو

گواہی چانداورسورج نے دی ہے صداقت کے نشاں کیا پوچھتے ہو

اور پنجابی غزل

لیہ کے ناں اور ب دا ٹریا رب دے کرم کماندا ٹریا
اونھے منزل پالینی اے اوہدے نال تے جیہڑا ٹریا

اطہر حفیظ فراز صاحب

خدا میرا سہارا ہے بھلا پھر بھی میں کافر ہوں
محمدؐ میرا اقا ہے بھلا پھر بھی میں کافر ہوں
اور ہمارے موتی ہمارے ہیرے جو ان کو بھاے کمال ہے نا
ہمارے دشمن ہمارے نقش قدم پہ اے کمال ہے نا
اور مری منزلیں ہیں جہاں جہاں تو وہاں پہ ہیں نئے راستے
میں نزیل ہوں کسی اور کا مجھے جھانکتا کوئی اور ہے
اور اقصی کے میناروں کی صدا گونج رہی ہے
پھر بیت مبارک سے وفا گونج رہی ہے
بہتے ہوئے دریا کی ادا گونج رہی ہے
ربوہ کے مکینوں کی دعا گونج رہی ہے
اس حسن مجسم کا سراپا ہمیں دے دے
اے قادر مطلق تو خلیفہ ہمیں دے دے

آخر پر صدر محفل عبدالکریم قدسی صاحب نے اپنا کلام پیش کیا

ملاؤں نے گھیرے رکھا فتووں کی زنجیر کے ساتھ
لیکن ہم نے عمر گزاری عزت اور توقیر کے ساتھ

اور پنجابی غزل

جے نہ توں آویں تے دل اون نہ ہنجو پین دے
توں ملیں تے حوصلے ملدے نیں سانوں جین دے
ساڈی پیلی وچ جدوں اُگی تے اوہ ہے سی فضول
توں جدوں بیجی تے گن لبھے نیں سویا بین دے

اردو نظم

جو ہجرت کی تو دل اپنا پرانے گھر میں چھوڑ اے
سو اب اچھے سے ہو اچھا گھر اچھا نہیں لگتا
پھلوں پھولوں کی خوشبو سے اگرچہ ہو لدا لکین
پرندوں سے جو خالی ہو شجر اچھا نہیں لگتا
فسادوں کے لیے ملاں کو سر درکار ہیں لیکن
اسے وقت شہادت اپنا سر اچھا نہیں لگتا اور

خلافت کے ثمر میں اس قدر جھولی میں پاتا ہوں
کہ جب بھی گننے لگتا ہوں تو گنتی بھول جاتا ہوں

ان اشعار کے علاوہ بھی قدسی صاحب نے متفرق اشعار پیش کیے اور حاضرین سے خوب داد وصول کی قدسی صاحب نے محفل کو اپنے خوبصورت کلام سے خوب گرمایا۔آخر پر مہمان خصوصی حافظ مظفر احمد صاحب نے شعراء کرام کو اعزازی شیلڈز تقسیم کی اور اپنے مختصر مگر خوبصورت خطاب سے دلوں کو تسکین بخشی اسکے حافظ صاحب نے دعا کروای اور یہ مشاعرہ اختتام پذیر ہوا دعا کے بعد حاضرین اور شعراء کرام کو کھانا دیا گیا اور یوں یہ خوبصورت شام کا اختتام ہوا۔

صائمہ جبین مہک

عذاب لمحے اُتر رہے ہیں پلٹ کے آیا خزاں کا موسم
بہار ساری اُجڑ گئی ہے کہ راج کرتا فنا کا موسم
لہو بھی جامد ہے دھڑکنوں میں محال اب ہے یہ سانس لینا
بتاؤں کیسے تڑپ رہی ہوں کہ جان لیوا بلا کا موسم
کبھی یہ بارش تھی مجھ کو بھاتی جلانے دن رات اب لگی ہے
کہ ہجر بادل بنا ہوا ہے اُداس کتنا گھٹا کا موسم
ہے غم رسیدہ یہ شاخ دل کی کہاں سے پنچھی پلٹ کہ آئیں
اُجاڑ آنگن ہے میرے دل کا بنا دسمبر سزا کا موسم
سُلگتی یادوں کے دیپ لے کر بجھی بجھی سی مہک کھڑی ہے
صدا لگاتی یہ منتظر ہے کبھی تو آئے جزا کا موسم

زندگی میں کامیابی کیلئے زرّیں اصول

☆ شکر سے نعمتوں کو دوام حاصل ہوتا ہے اور کفران کو کھینچ لیتا ہے۔
☆ نہایت خوشحالی اور نہایت بدحالی برائی کی طرف لے جاتی ہے۔
☆ جھوٹوں کے گھروں سے برکتیں اُٹھالی جاتی ہیں۔
☆ توبہ کی اُمید پر گناہ کرنے والا بدترین ہے۔
☆ حسد کو اپنے قریب بھی نہ آنے دو۔
☆ سخاوت کرنے سے ہی نعمت ملتی ہے۔
☆ خود پسندی اور تکبر بڑے گناہ ہیں۔

علمائے سُو اور اسٹیج اداکار امان اللہ کی تدفین

رانا عبدالرزاق خان لندن

حدیث ہے کہ کل مسلم اخوۃُ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔

معاشرے میں زندہ اور مردہ لوگوں کی درجہ بندی کا کوئی بھی حکم اسلام نہیں دیتا۔علمائے سُو اور مفاد پرست طبقوں نے ہمیشہ اسلام کو بدنام کیا ہے۔اسٹیج اداکار امان اللہ کے فن کی تذلیل کی گئی۔اور اسے مراثی کہہ کر علمائے سُو کے بیہیمانہ اور شرمناک روّیے کی تصدیق ہوگئی۔جبکہ وہ اسی پیرا گون سوسائٹی اسکیم کا رہائشی بھی تھا۔جو کہ ساری قوم کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہونا چاہیئے۔ہمارا المیہ تعلیم سے گریز ہے۔قران سے دوری ہے۔عمل کی کمی ہے۔خود تحقیق سے نابلد رہ کر نیم ملاؤں پر اندھے اعتماد نے قوم کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ہم جب بھی کوئی چیز خریدتے ہیں تو ٹھونک بجا کر لیتے ہیں۔دین اور ایمان کے مسئلے پر ہم علمائے سُو پر کیوں انحصار رکھتے ہیں۔اسلام کی ساری تعلیم کو خود پڑھنا اور پرکھنا ضروری ہے۔نماز باترجمہ سب کو آنا ضروری ہے۔نماز، جنازہ، نکاح مسنونہ، نماز کی امامت، فقہ و حدیث کا علم اگر نوے فیصد مسلمانوں کو معلوم ہوجائے تو نیم ملاؤں کی اجارہ داری ختم ہوسکتی ہے۔علمائے سُو کی اکثریت ہماری کم علمی، جہالت اور اسلام سے دوری کا ہمیشہ فائدہ اُٹھاتی رہی ہے۔علمائے سُو نے ہمیشہ ہر موقع پر اُمتِ مسلمہ کو منتشر کیا ہے۔کفر سازی کی فیکٹریاں لگا کر ہر مخالف کے ایمان کا جنازہ نکالا ہے۔علمائے سُو ہر اُس عمل سے مبرا رہے ہیں جس پر اسلام عمل کا کہتا ہے۔امان اللہ کی تدفین پر بھی یہ کوئی انوکھا واقعہ نہیں ہوا۔ایسے واقعات ہمارے معاشرے میں روزانہ ہوتے رہتے ہیں۔علمائے سُو کی تاریخ کھنگالی جائے تو ان سے انسان کو گھن آنے لگتی ہے۔حدیث شریف کے مطابق علمائے سُو آج کے زمانے کی بدترین بلکہ یہودیوں سے بھی بدتر قوم ہیں۔بلکہ ان کی حرکات کی نسبت سے انہیں بندر اور سور سے مشابہت دی گئی ہے۔جس پیشگوئی کو سردارِ دو جہاں ﷺ نے علی الاعلان بیان کیا ہے تو اس سے کسی مومن کو مفر کی طاقت نہیں۔علمائے سُو سیاسی اور درباری ہیں۔قائداعظم، علامہ اقبال، و دیگر مومنین کو کافر کہنے والا یقیناً یہی گروہ ہے۔ہندوستان کی جنگ آزادی کو سبوتاژ کرنے والا بھی یہی گروہ تھا۔پاکستان میں فرقہ واریت کو ہوا دینے والا اور RAW کے ایجنٹ یہی ہیں۔پاکستان کو لسانی، مذہبی، فرقہ واریت میں تقسیم کرنے والا یہی کردار ہے۔ضیاع الحق کو مردِ مومن کہنے والا، سعودیہ کی وہابیت کو پروموٹ کرنے والے، مدرسہ بازی کی تعلیم دینے والے سمیع الحق خود ایک لونڈے کے ہاتھوں اپنے انجام کو پونہچا۔قاضی حسین احمد اسی جرم میں جیل میں رہا۔کم سن بچیوں کے ریپ میں ملوث یہی علمائے سُو ہیں۔جو غریب گویئوں کو مراثی کہتے ہیں اور کسی بڑے فلمی ہیرو کو میاں جی کہہ کر پکارتے ہیں۔اصل میں یہ علمائے سُو اپنی اوقات سے بڑھ کر اپنی اوقات بھول بیٹھے ہیں۔کوئی غیر مسلم کلمہ پڑھ لے تو وہ مسلمان نہیں ہوتا ان کی نظر میں جب تک یہ بھتہ وصول نہیں کرتے۔کوئی ہندو لڑکی سے کسی جاگیردار کو عشق ہوجائے تو اسے فوراً مسلمان قرار دے دیا جاتا ہے۔ہمارے ہاں اسلام فروشوں کی کمی نہیں بلکہ ایمان، اور وطن فروشوں کی تعداد کی کثرت ہے۔نفرتوں کے دیئے جلا کر ہم محبت کی بجائے اپنی جیبیں بھر رہے ہیں۔ہماری قوم اسلام کی بجائے اسلام آباد کو پوج رہی ہے۔مادہ پرستی نے لوگوں کو اصل اسلام سے دور کر دیا ہے۔نبی رحمت ﷺ نے تو نہ کسی کو مراثی کہا تھا نہ ہی زندگی بھر کوئی فرقی، ذاتی، رنگ و نسل کی تقسیم کا درس دیا۔یہ تقسیم رنگ برنگے مدرسوں نے کی ہے۔جن کو جس طرف سے امداد وصول ہوتی ہے اس کا راگ الاپنے لگ جاتے ہیں۔قوم اپنا قبلہ درست کرنے کے لئے اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق علمائے حق کا ایک بورڈ تشکیل دینا چاہیئے۔جو اسلام کی اصل روح کو زندہ رکھے۔اور قوم کو متحد رکھے اور سب کے حقوق کو متعین کرے۔

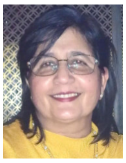

غزل

فرخندہ رضوی خندہؔ (ریڈنگ) برطانیہ

اُس شخص نے اپنا مجھے سمجھا ہی کہاں تھا
مر جاؤں گی مَیں اُس پہ سوچا ہی کہاں تھا
اِلزام مسیحا پہ لگاتی بھی میں کیسے
آزار محبت کا مداوا ہی کہاں تھا
جان مُجھ پہ لٹا دینے کی جو کھائی تھی قسمیں
سچ بولنا اُس نے سیکھا ہی کہاں تھا
وہ جس کیلئے اَب بھی بھٹکی ہیں نگاہیں
وہ لوٹ کے اِک بار آیا ہی کہاں تھا
دامن تھا تیرے عشق کا جب ہاتھ میں میرے
اِس کارِ جہاں میں مجھے گھاٹا ہی کہاں تھا
ہم خندہؔ اندھیروں سے نکلتے بھی تو کیسے
دنیائے محبت میں اُجالا ہی کہاں تھا

واہ عالیجاہ واہ

(چوہدری نعیم احمد باجوہ)

عزت مآب صدر مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان جناب ڈاکٹر عارف علوی صاحب کا، امت مسلمہ کے غم اور انسانیت کی تڑپ لئے ہوئے ٹویٹر پر ایک بیان نظر سے گزرا۔ آنجناب دہلی کے حالیہ فسادات کو بربریت قرار دیتے ہیں۔ وہاں مساجد کی شہادت کو بابری مسجد کی شہادت سے جوڑتے ہیں۔ صدر مملکت دکھی ہیں۔ اسی لئے کم ازکم مذمتی بیان داغ کر اپنا فرض پورا کر رہے ہیں۔ یقیناً انسانیت کے ناتے ہر انسان ظلم کو ظلم ہی کہے گا۔ انسانیت کی تذلیل کوئی بھی کرے وہ قابل مذمت ہے۔

لیکن جناب صدرِ مملکتِ اسلامی جمہوریہ پاکستان! جان کی امان پاتے ہوئے عرض ہے کہ جن سرحد پار اعمال کو آپ قابل مذمت قرار دے رہے ہیں۔ وہی اعمال آپ کی مملکت خداداد میں بار بار رونما ہو چکے ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں صرف آپ کے عہد سعید میں ارض پاک پر کئی احمدی مساجد سے اس سے بڑھ کر بربریت کا سلوک ہو چکا ہے۔ چلیں پاکستان کے قانون میں احمدیوں کیلئے لفظ مسجد ممنوع ہے تو اسے احمدیوں کی عبادت گاہ کہہ لیتے ہیں۔ لیکن کیا مساجد، چرچ، عبادگاہ کی حرمت کا ذکر خود رب کائنات نہیں قرآن حکیم میں نہیں فرمایا۔

سیالکوٹ کی سو سالہ پرانی تاریخی مسجد اور احمدیوں کی عبادت گاہ دہلی کی مساجد اور بابری مسجد سے زیادہ بربریت کے ساتھ مسمار کی گئی ہے اور یہ کارنامہ آپ کے دور حکومت میں سرانجام پایا۔ ابھی چند روز قبل کھڑ پیر قصور میں قریباً ایک صدی پرانی مسجد اور احمدیوں کی عبادت گاہ پر مسلمانوں نے قبضہ کر کے جشنِ فتح منایا ہے۔

جب ایک چور چوری نہ کرنے پر وعظ کرے، ایک قاتل احترام انسانیت اور حرمت خون پر لیکچر دے، ایک خودکش حملہ آور سینے پر بم باندھ کر عورتوں، بچوں اور معصوموں کو قتل نہ کرنے کا داعی بن کر مذمت کرے تو واقعی ایسے کرداروں کے حوصلے کی داد دینا پڑتی ہے۔ ایسے ہی حکومت کے حوصلے کی داد دینا پڑتی ہے کہ کس قدر اولوالعزمی سے دنیا میں انسانیت پر ہونے والے مظالم کی مذمت کرتی اور ناک کے نیچے ہونے والے مظالم اسی نارمل دکھائی دیتے ہیں۔ جناب صدر مملکت یقین مانیئے آپ صدر مملکت ہیں۔ جان لیجئے کہ سرحد پار ہونیوالی بربریت اگر قابل مذمت ہے تو سرحد کے اندر ایک پرامن جماعت کے ساتھ ہونے والا وہی سلوک بھی بربریت ہی کہلائے گا۔ ظلم ظلم ہی رہتا ہے۔ سرحدوں اور فرقہ بدل جانے سے ظلم کی تعریف بدلتی ہے نہ بربریت حلال ہو جاتی ہے۔ جو اعمال سرحدوں کے باہر قابل مذمت ہوں وہ سرحدوں کے اندر جائز اور قابل ستائش نہیں بن جاتے ہیں۔ جناب صدر ظلم ظلم ہی رہتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کو عینک لگا کر دیکھنے کی عادت ہوا انہیں اس کے بغیر صاف دکھائی دیا نہیں کرتا۔ سرحدوں کے اندر نہ من کے اندر۔ عینک ظاہری ہو یا جہالت و لاعلمی کی، تعصب کی ہو یا نفرت کی۔ فرقہ واریت کی ہو یا نسل پرستی کی۔

جناب صدر مملکت دست بستہ عرض ہے کہ آپ کی رعایا پر یہی بربریت کئی بار آزمائی جا چکی ہے اور اسے کرنے والے باہر سے نہیں آئے تھے۔ لیکن آنجناب سے کوئی ٹھوس عملی قدم تو دور کی بات مذمت کا ایک بیان بھی ٹویٹ نہ ہو سکا۔ کوئی جھوٹی تسلی، کوئی دلاسہ کوئی پرسہ، کوئی اظہارِ ہمدردی آپ کی طرف سے کیا نہ جا سکا۔ افسوس کہ آپ کی عینک بھی دوری کی ہی نکلی۔

انیس ندیم

ٹل جائے گی تقدیر سے آفاتِ کرونا
بدلیں گے دعاؤں سے یہ حالات کرونا
رحمت سے خداوند کی مایوس نہ ہو تم
وا اس کا ہے در آؤ مناجات کرونا
آئے گی بہار اب کے تو پھر پھول کھلیں گے
ہلکان نہ رو رو کے یُوں دن رات کرونا
بے چین، فکر مند، پریشان ہو گر تم
سجدوں میں بیاں سارے یہ حالات کرونا
ویران ہیں معبد تو کلیسا بھی ہے خالی
دکھلائے گا کیا کیا یہ کرشمات کرونا
مجبور ہیں لاچار ہیں مشرق ہو یا مغرب
چہروں سے ہویدا ہیں علامات کرونا
ہر شخص حجابوں میں نقابوں میں ہے ملبوس
دیکھی ہیں عجب ہم نے کرامات کرونا
ہر شہر قرنطینہ و سُنسان پڑا ہے
ہر ملک میں ارزاں ہے یہ سوغات کرونا
مشکل ہو پہاڑوں سی تو ٹل جاتی ہے اس سے
اخلاص سے کچھ صدقہ و خیرات کرونا
غفلت کو کرو دُور کرو راضی خدا کو
الفت کی محبت کی شروعات کرونا

اصل اقبالیات ـــ رفیع رضا

اقبال کے خط کے ایک پیراگراف کا فورینزک تجزیہ

عطیہ فیضی کے نام اقبال کے خط سے اقتباس:

ایک انسان کی حیثیت سے مجھے مسرت کے حصول کا حق حاصل ہے۔ اگر معاشرہ یا فطرت میرے اس حق سے انکار کریں گے تو میں دونوں کے خلاف بغاوت کروں گا میرے لئے صرف ایک ہی چارہ ہے کہ میں اس بد بخت ملک کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دوں یا مے خواری (شراب نوشی) میں پناہ ڈھونڈوں جس سے خودکشی آسان ہو جاتی ہے۔ کتابوں کے یہ مردہ بے جان اور بنجر اوراق مسرت نہیں دے سکتے اور میری روح کے اعماق میں اس قدر آگ بھری ہوئی ہے کہ میں ان کتابوں کو اوران کیساتھ ہی معاشرتی رسوم وروایات کو بھی جلا کر خاکستر بنا سکتا ہوں۔ (اقبال)

اقبال اس میں اپنا استحقاق بتاتے ہیں کہ اُنہیں لذت وخوشی (جسمانی تلذذ) کی خواہش ہے جو انہیں ویسی میسر نہیں جیسی وُہ فینٹسی ٹیسائز کرتے ہیں، یعنی اقبال کو پہلی بیوی سے جسمانی جنسی تلذذ ملنے کے باوجود وہ کچھ ایسا چاہتے ہیں جو صنف مقابل کے بارے میں انکے خیالات میں موجزن ہے۔ یہاں وُہ خانگی ادب آداب کی کمی کی شکایت نہیں کرتے بلکہ اصل میں میاں بیوی کے باہمی تعلق میں جسمانی کشش اور ذھنی کم آہنگی کی شکایت کرتے ہیں۔ وہ صاف صاف کہتے ہیں وہ ہر خوشی کے انسانی حق کے تحت چاہتے ہیں کہ انکی جنسی (فطری) جبلت کو ویسی تسکین ملے جیسی وہ چاہتے ہیں۔ فطرتی اعتبار سے اور سماجی پابندیوں کی وجہ سے جنسی اختلاط کی آزادی اُس وقت ہندوستان میں ایسے میسر نہ تھی کہ اقبال اُس سے متمتع ہوتے، خاص طور پر جب وہ جرمنی میں دوران تعلیم یہ فطری آزادی دیکھ آئے تھے انہیں ہندوستان میں ایک مدقوق گھر میں اپنی بیوی سے وہ رغبت نہ تھی جو انہیں جرمنی میں بآسانی وافر میسر تھی۔ اسی لئے اقبال نے معاشرہ یا فطرت کے خلاف بغاوت کے حق کو استعمال کرنے کی دھمکی دی۔ وہ اپنی ذاتی ناخوشی کی وجہ سے ملک ہندوستان کو بدبخت کہنے لگے۔ یعنی جب کسی خطے میں آپ کے مطلوبہ حقوق میسر نہ ہوں تو آپ اس خطے کو بدبخت کہنے کا حق رکھتے ھیں۔ یہ اہم نکتہ ہے کیونکہ اقبال، کہہ چکے تھے کہ سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا...

لیکن یہ بھی کہہ چکے تھے کہ

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اُس کھیت کے ہرخوشۂ گندم کو جلا دو

پس وہ ملک کو بد بخت کہنے پر مائل ہو گئے کیونکہ یہاں انکی ذاتی انفرادی انسانی تلذذ کی راہ بند معلوم ہوتی تھی۔ وہ اپنی بیوی کو چھوڑ دینا چاہتے تھے لیکن انکے والد یہ نہیں چاہتے تھے۔ جبکہ انکے دو بچے بھی تھے۔ انہوں نے لکھا کہ اگر وہ ملک نہ چھوڑ سکے تو خود کو شراب میں اتنا غرق کر دیں گے کہ اسکا زہر ان کی جان لے لے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے وہ کبھی شراب کثرت سے نہیں پیتے تھے کہ جسکا نقصان جگر کو ہونا شروع ہو جائے۔ اگر پیتے تھے تو بہت اعتدال کے ساتھ، جس میں طبی طور کوئی مضائقہ نہیں تھا چونکہ اقبال عملی ملازمت نہیں کرتے تھے اس لئے مطالعہ اور لکھنے میں وقت صرف ہوتا، اب اس مایوسی کی صورتِ حال میں انہیں اپنا مطالعہ کا کام بھی بے معنی لگنے لگا۔ وہ کہتے ہیں میں ان کتابوں کو اس ملک کی روایات سمیت جلا کر راکھ کر دوں گا میرے اندر اتنی تشنگی کی آگ بھری ہوئی ہے۔ یاد رہے کہ یہ خط عطیہ فیضی کے نام ہے جو جرمنی میں دوران تعلیم اقبال کے بہت قریب رہیں۔ رومانی تعلقات کے بعد وطن واپسی اور پرانے فرسودہ خاندان میں واپس آ کر رہنا اسی طرح مشکل ہوتا ہے جیسے آج بھی پاکستان سے کسی کا بیرونِ ملک رہ کر پاکستان میں واپس جا کر رہنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ بالکل یہی اپ سیٹ معاملہ اقبال کو پیش آیا تھا۔ اور اس کے پیچھے عطیہ فیضی سے انکو جو جسمانی اور ذہنی اُمیدیں وابستہ تھیں انکو پورا کرنے کے لئے اقبال شدید ترین بیتابی کا شکار ہو گئے۔ ایسے خطوط آج بھی عاشق کی طرف سے محبوب کو لکھے جاتے ہیں۔ میں خود ایسی کیفیات سے بار بار گزرا ہوں، بہرحال اقبال ایک انسان تھے اور ان کی ایسے ذہنی وجسمانی تلذذ کی خواہش بالکل جائز تھی۔ انہی دنوں میں عطیہ فیضی کے ایک اور عاشقِ شبلی نعمانی بھی عطیہ فیضی کو خط میں کہتے ہیں کہ... جیسے مغلیہ شہنشاہوں کے قصیدوں میں انکو سایہ خدا کہا جاتا ہے ویسی غزلیں تو میں تمھارے لئے کہتا رہتا ہوں... تاہم... میرے جسم کا ہر رونگٹا اور ہر موئے بدن تمھارے لئے میری طرف سے ایک شعر ہے... یہاں شبلی بھی شدید جنسی تشنگی سے بھرے بیٹھے ہیں۔ دانشور ظہور ندیم لکھتے ہیں۔ اقبال کی ازدواجی زندگی ہمیشہ ناہموار اور ناآسودہ رہی ہے۔ ایک سے زائد شادیوں کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ عطیہ فیضی نے کہیں ذکر کیا ہے کہ اقبال کی ذہنی صلاحیت اور اعتماد جو لندن کے قیام میں تھا وہ ہندوستان واپس لوٹ جانے پر ویسا نہیں رہا تھا۔ متوسط طبقے کا کوئی شخص اگر

وسیع مطالعے کی بنیاد پر اپنی فکری سطح میں کوئی غیر معمولی تبدیلی لے آئے اور اسے حسبِ منشا سماجی ماحول نہ ملے تو وہ دوبارہ قنوطیت کی طرف لوٹ جاتا ہے۔اقبال کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔یہی وجہ ہے کہ یورپ سے واپسی کے بعد وہ ذہنی طور پر منتشر اور مایوس نظر آتے ہیں۔آخرکار وہ اپنی فکری سطح کو محدود کرلیتے ہیں اور پھرانہوں نے ایسے اشعار تخلیق کئے جوانکی سوچ کے تضاد کی عکاسی کرتے ہیں۔محدود سے محدود تر ہوتے ہوئے آخرکار وہ ایک تنگ نظر مسلمان شاعربن کررہ جاتے ہیں علامہ شیخ محمد اقبال صاحب نے 1897 میں مرزاغلام احمد قادیانی کے ھاتھ پر برضا ورغبت خود ہی بیعت کر کے جماعت عالیہ احمدیہ مسلمہ میں شمولیت اختیار کی تھی اور پھر 1935 تک احمدی رہے لیکن 1935 میں جب قائداعظم محمد علی جناح نے گول میز کانفرنس کیلئے اپنے وفد کا سربراہ ایک دوسرے احمدی سر چوہدری محمد ظفر اللہ خان کو نامزد کیا تو اس بنا پر علامہ اقبال صاحب ناراض ہوگئے اوراپنی سیاسی وجوہات کی بنا پر جماعت سے کچھ دوری دکھائی اور کچھ مخالفانہ باتیں بھی کیں لیکن اس کے باوجوداپنے ایک بھتیجے مکرم شیخ اعجاز احمد صاحب اوران کے بیٹے کو جماعت کی بیعت کرنے کے لئے کہا تھا اور پھرانہیں اپنے دوبچوں کا سرپرست بھی مقرر کیا تھا۔1931 میں سر شیخ محمد اقبال صاحب نے کشمیر کمیٹی کی صدارت کے لئے امام جماعت عالیہ احمدیہ مرزا بشیرالدین محمود احمد کا نام خود پیش کیا جو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے صاحبزادے تھے۔

یہ تمام کاروائی آپ کتاب''انوار بشیر''پہلا ایڈیشن مطبوعہ 1993 از پاکستان۔دوسرا ایڈیشن مطبوعہ 2007 از برطانیہ۔تیسرا ایڈیشن مطبوعہ 2010 از جرمنی کے صفحات پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔علامہ اقبال صاحب نے اپنی تحریرات میں اپنے بھائی مکرم شیخ عطا محمد صاحب کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ وہ احمدی تھے۔علامہ اقبال صاحب کے ایک بیٹے مکرم مظفر اقبال صاحب 1982 میں لندن میں فوت ہوئے (یہ ان کی تیسری بیوی محترمہ مختار بیگم صاحبہ میں سے تھے) جو کہ تادم حیات احمدی مسلمان رہے اور پھر یہی نہیں بلکہ خودعلامہ اقبال صاحب کے والد محترم مکرم شیخ نور محمد صاحب بھی احمدی تھے۔یہ تمام باتیں تاریخ پاکستان کا حصہ ہیں لیکن افسوس کہ آج کا پاکستانی مورخ انہیں لکھتے ہوئے ڈرتا ہے۔بہرحال ایک روایت کے مطابق علامہ اقبال نے.....مرزاغلام احمد قادیانی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی- (اقبال اور احمدیت تصنیف:بشیر احمد ڈار)

1953ء کے فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت (منیر انکوائری رپورٹ) میں خواجہ نذیر احمد چیئرمین سول اینڈ ملٹری بورڈ آف ڈائریکٹرز نے یہ بیان ریکارڈ کروایا کہ:

اقبال نے 1893ء میں قادیان جا کر مولانا غلام محی الدین قصوری کے ہمراہ سلسلہ احمدیہ کے بانی مرزا غلام احمد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی تھی- عدالت میں بیان دینے کے بعد جب خواجہ نذیر احمد صاحب کی بعد میں قصوری صاحب کے ساتھ ملاقات ہوئی تو انہوں نے بیعت کے سن کی تصحیح فرمادی اور بتایا کہ علامہ اقبال نے میرے ہمراہ قادیان جا کر 1893ء میں نہیں بلکہ 1897ء میں بیعت کی تھی - اس پر خواجہ نذیر احمد صاحب نے اگلے روز درخواست دیکر عدالت کے ریکارڈ میں سن کی تصحیح کرادی-

(بحوالہ پاکستان ٹائمز لاھور 14 نومبر 1953ء)

سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ آپ ادھرادھر کے حوالہ جات تلاش کرنے کی بجائے وہ کتب پڑھیں کہ جوخودعلامہ اقبال کے عزیز واقارب نے تحریر کی ہیں مثلاعلامہ اقبال کے بڑے احمدی بھائی مکرم ومحترم شیخ عطامحمد صاحب کے بیٹے مکرم شیخ اعجاز احمد صاحب نے''مظلوم اقبال''کے نام سے ایک کتاب تحریر کی ہے۔یہ وہی شیخ اعجاز احمد صاحب ہیں کہ جن کوعلامہ اقبال صاحب نے اپنے آخری ایام میں اپنے بچوں جناب جسٹس جاوید اقبال صاحب اور بیٹی منیرہ اقبال صاحبہ کا سرپرست مقرر کیا تھا۔اسی طرح اس خاندان میں اورکون کون احمدی ہیں اس کا ذکر پاکستان کے جسٹس جناب جاوید اقبال صاحب نے اپنی خودنوشت کتاب''اپنا گریباں چاک''میں کیا ہے۔اب لوگ خودتو کوئی تحقیق کرتے نہیں بلکہ''اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے''کے مصداق ہمیں الزام دیتے ہیں کہ ہم لوگ کیوں حقائق سے پردہ اُٹھارہے ہیں۔

زندگی میں کامیابی کیلئے زرّیں اصول

☆زندگی کو ہمیشہ مسکراکر گزارو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ یہ کتنی باقی ہے۔
☆سورج کی طرح اپنی شخصیت بناؤ جو ہمیشہ کرنیں بکھیرتا ہے۔
☆اگر کوئی تمہاری راہ میں کانٹے بکھیرے تو تم اس کی راہ میں کانٹے نہ بکھیرو۔ ورنہ دنیا کانٹوں سے بھر جائے گی۔
☆معاف کردینے سے آدمی کی رُوح پاک ہوجاتی ہے۔
☆غصے کا بہترین علاج خاموشی ہے۔
☆شرم کی کشش،حسن سے زیادہ ہوتی ہے۔
☆انسان کے لئے سب سے مشکل کام خدا کی پہچان ہے۔

والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم کی ماہانہ ادبی نشست

اس بار علامہ محمد اسماعیل کی کتاب 'سورۃ یاسین کے فضائل' کی رسم اجرا اور عظیم الشان مشاعرے کا انعقاد ہوا

رپورٹ وفوٹو - امجد مرزا امجد

ماہ مارچ کی پہلی اتوار کو ایک بجے والتھم سٹو کی سنٹرل لائبریری میں والتھم فاریسٹ کمیونٹی فورم لندن کی جانب سے عظیم الشان مشاعرہ اور ادبی محافل کا انعقاد ہوتا ہے۔

اس بار یکم مارچ 2020 بروز اتوار ایک بجے ایسٹ لندن کے معروف علاقے والتھم سٹو کی عظیم الشان سنٹرل لائبریری میں معروف مذہبی اسکالر جناب علامہ محمد اسماعیل صاحب کی مرتبہ کتاب بنام ''سورۃ یاسین کے فضائل'' کی تقریب رونمائی بڑے شان وشوکت سے ہوئی جس کے بعد حسب معمول عظیم الشان مشاعرہ کا انعقاد ہوا۔ جس کی نظامت کے فرائض حسب معمول امجد مرزا امجدؔ نے ادا کئے۔ اسٹیج پر ادبی تنظیم WFPCF کے چیئرمین جناب ڈاکٹر شوکت نواز صاحب اور آج کی ادبی محفل کے صدر جناب پروفیسر محمد شریف بقا صاحب جلوہ افروز تھے جبکہ ان کے ساتھ آج کی کتاب ''سورۃ یاسین کے فضائل'' کے مولف جناب علامہ محمد اسماعیل صاحب اور مہمان خصوصی معروف شاعرہ ثمینہ رحمت جو برسٹل سے تشریف لائیں تشریف فرما تھیں۔ علامہ محمد اسماعیل صاحب نے پروگرام کی ابتدا نہایت خوبصورت آواز سے قرآن پاک کی تلاوت سے کیا اور معروف گلوکار و نعت خواں شیخ محمد یوسف صاحب نے نعت کے پھول پیش کئے۔ اسٹیج پر بیٹھے تمام معززین نے مل کر کتاب کی تقریب رونمائی کی رسم ادا کیا۔ معروف شاعرہ محترمہ عابدہ شیخ صاحبہ نے مصنف و مولف پر پھول کی تپیاں بکھیریں۔ علامہ محمد اسماعیل صاحب نے امجد مرزا امجد کو خوبصورت سرخ گلاب کا گلدستہ پیش کیا اور فرمایا کہ ''یہ سب کام امجد مرزا نے دن رات کی محنت سے سرانجام دیا اور مجھے سابقہ دو برس سے کتاب کی تیاری و تکمیل کے لئے تیار کرتے رہے اور آج الحمدللہ ایک خوبصورت کتاب منصۂ شہود پر آئی جس کے پیچھے ان ہی کی محنت اور رہنمائی تھی اور میں ان کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کی کمپوزنگ، ڈیزائننگ اور پرنٹنگ کا کام مکمل کیا۔''

عابدہ شیخ نے امجد مرزا کو اور علامہ محمد اسماعیل کو پھول آب زمزم کا تحفہ پیش کیا۔ امجد مرزا نے کتاب پر ایک سیر حاصل مضمون پڑھا جو کتاب میں بھی شامل کیا گیا۔ علامہ محمد اسماعیل صاحب نے کتاب پر اور سورۃ یاسین کے فضائل و درجات پر بڑے عمدہ الفاظ اور دلائل سے تقریر کی اور ساتھ ہی ہماری تنظیم کا شکریہ ادا کیا جس کے پلیٹ فورم سے آج کی محفل سجائی گئی۔ ان کے بعد راجہ محمد الیاس صاحب، ڈاکٹر شوکت نواز صاحب، محبوب احمد محبوب صاحب اور پروفیسر محمد شریف بقا صاحب نے کتاب اور مولف کے

بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا اور سب نے علامہ محمد اسماعیل صاحب کی اس کاوش کا سراہا۔تنظیم کے نائب صدر اور بہت ہی مخلص دوست جناب ڈاکٹر رشید اختر صاحب کے مرحوم والد صاحب کے لئے سب نے مل کر دعائے مغفرت کی اور افسوس کا اظہار کیا۔ دوسرے حصے میں حسب معمول مشاعرہ کا انعقاد کیا گیا۔جس میں امجد مرزا امجدؔ، محمد جہانگیر، سلیمان سعود، محمد ارشاد احمد خان، سید کامران زبیر کامیؔ، راجہ محمد الیاس، چوہدری محبوب احمد محبوبؔ، عبدالقدیر کوکب، کاشف سمیع، عابدہ شیخ، نصیر احمد ناصر بٹ، ثمینہ رحمت اور محمد شریف بقا صاحب نے اپنا اپنا کلام پیش کر کے خوب داد وصول کی۔ تمام مہمانوں کی خاطر مدارت ابتدا ہی میں مزیدار گرم گرم سموسوں، بسکٹ اور چائے سے کی گئی، جبکہ حسب معمول چائے کا بندوبست اختتام تک رہا۔ انشاء اللہ اگلے ماہ 5اپریل کو بروز اتوار ایک بجے سنٹرل لائبریری والتھم سٹو میں مشاعرہ ہوگا جس سے پہلے ہڈریس فیلڈ کے معروف شاعر ریڈیو پیشکار نعیم مرزا جوگی کے پہلے شعری مجموعہ ''جھوک خیال'' تقریب رونمائی بھی ہوگی۔ دعوت عام ہے۔ضرور تشریف لائیں۔

***

کوئی روتا ہو اُسے جا کے ہنسا دیتا ہوں
اس طرح شب میں نیا دیپ جلا دیتا ہوں
پہلے رکھتا تھا میں بندوق حفاظت کے لئے
اب تو اک چھینک سے دشمن کو بھگا دیتا ہوں

مبارک صدیقی

(کرونا وائرس۔ اللہ تعالی سب کو محفوظ رکھے آمین)

''مرد ہوس کا پجاری''

قدسیہ بانو

جب عورت مرتی ہے اس کا جنازہ مرد اُٹھاتا ہے۔اس کو لحد میں یہی مرد اُتارتا ہے پیدائش پر یہی مرد اس کے کان میں اذان دیتا ہے۔ باپ کے روپ میں سینے سے لگاتا ہے بھائی کے روپ میں تحفظ فراہم کرتا ہے اور شوہر کے روپ میں محبت دیتا ہے اور بیٹے کی صورت میں اس کے قدموں میں اپنے لیے جنت تلاش کرتا ہے۔ واقعی بہت ہوس کی نگاہ سے دیکھتا ہے ہوس بڑھتے بڑھتے ماں حاجرہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے صفا و مروہ کے درمیان سعی تک لے جاتی ہے۔اسی عورت کی پکار پر سندھ آ پہنچتا ہے اسی عورت کی خاطر اندلس فتح کرتا ہے۔اور اسی ہوس کی خاطر 80 فیصدی مقتولین عورت کی عصمت کی حفاظت کی خاطر موت کی نیند سو جاتے ہیں۔ واقعی مرد ہوس کا پجاری ہے لیکن جب حوا کی بیٹی کھلا بدن لیے، چست لباس پہنے باہر نکلتی ہے اور اسکو اپنے سحر میں مبتلا کر دیتی ہے تو یہ واقعی ہوس کا پجاری بن جاتا ہے اور کیوں نا ہو؟ کھلا گوشت تو آخر کتے بلیوں کے لیے ہی ہوتا ہے۔ جب عورت گھر سے باہر ہوس کے پجاریوں کا ایمان خراب کرنے نکلتی ہے۔تو روکنے پر یہ آزاد خیال عورت مرد کو''تنگ نظر'' اور ''پتھر کے زمانے'' کا جیسے القابات سے نواز دیتی ہے کہ کھلے گوشت کی حفاظت نہیں کتوں بلوں کے منہ سینے چاہیے ہیں۔ ستر ہزار کا سیل فون ہاتھ میں لیکر تنگ شرٹ کے ساتھ پھٹی ہوئی جینز پہن کر ساڑھے چار ہزار کا میک اپ چہرے پر لگا کر کھلے بالوں کو شانوں پر گرا کر انڈے کی شکل جیسا چشمہ لگا کر کھلے بال جب لڑکیاں گھر سے باہر نکل کر مرد کی ہوس بھری نظروں کی شکایت کریں تو انکو توپ کے آگے باندھ کر اڑا دینا چاہیے جو سیدھا یورپ و امریکہ میں جا گریں اور اپنے جیسی عورتوں کی حالت زار دیکھیں جنکی عزت صرف بستر کی حد تک محدود ہے۔سنبھال اے بنت حوا اپنے شوخ مزاج کو ہم نے سرِ بازار حسن کو نیلام ہوتے دیکھا ہے۔ مرد میں نے مرد کی بے بسی تب محسوس کی جب میرے والد کینسر سے جنگ لڑ رہے تھے اور انھیں صحت یاب ہونے سے زیادہ اس بات کی فکر لاحق تھی کہ جو کچھ انھوں نے اپنے بچوں کے لئے بچایا تھا وہ ان کی بیماری پر خرچ ہو رہا ہے اور ان کے بعد ہمارا کیا ہوگا؟ میں نے مرد کی قربانی تب دیکھی جب ایک بازار عید کی شاپنگ کرنے گئی اور ایک فیملی کو دیکھا جن کے ہاتھوں میں شاپنگ بیگز کا ڈھیر تھا اور بیوی شوہر سے کہہ رہی تھی کہ میری اور بچوں کی خریداری پوری ہوگئی آپ نے کرتا خرید لیا۔

ایک مجذوب کا قصہ

کوٹ مٹھن شریف میں ایک مجذوب تھا جو ہر آتے جاتے سے ایک ہی سوال پوچھتا رہتا کہ ''عید کڈاں'' (عید کب ہوگی) کچھ لوگ اس مجذوب کی بات اَن سُنی کر دیتے اور کچھ ہنس کر مذاق اُڑاتے گزر جاتے۔ایک دن حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ سے گزرے تو اُس مجذوب نے اپنا وہی سوال دہرایا، ''عید کڈاں'' (عید کب ہوگی) آپ صاحبِ حال بزرگ تھے، اُس کا سوال سُن کر مسکرائے اور کہا، یار ملے جڈاں (جب محبوب ملے وہی دن عید کا دن ہوگا) یہ الفاظ سُنتے ہی مجذوب کی آنکھوں سے موتیوں کی طرح آنسو جاری ہو گئے اور وہ مزید ترستی آنکھوں سے گویا ہوا'' سرکار یار ملے کڈاں'' (محبوب کب ملے گا؟) خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں مرے جڈاں (جب میں مرے گی) بس یہ فرمانا تھا کہ مجذوب نے کپکپاتے اور تھرتھراتے ہوئے عرض کیا کہ'' حضور میں مرسی کڈاں (میں کب مرے گی) سرکار رحمۃ اللہ علیہ مسکرا اُسے پیار سے تھپکی دیتے ہوئے یہ کہتے چل دیئے یار تکے جڈاں (جب محبوب دیکھے گا)

سائنس ہمیں کہاں سے کہاں لے آئی

رجل خوشاب

پہلے: وہ کنویں کا میلا اور گدلا پانی پی کر بھی 100 سال جی لیتے تھے۔

اب: نیسلے اور پیور لائف کا خالص شفاف پانی پی کر بھی چالیس سال میں بوڑھے ہو رہے ہیں۔

پہلے: وہ گھانی (سرسوں) کا میلا سا تیل کھا کر اور سر پر لگا کر بڑھاپے میں بھی محنت کر لیتے تھے۔

اب: ہم ڈبل فلٹر اور جدید پلانٹ پر تیار کوکنگ آئل اور گھی میں پکا کھانا کھا کر جوانی میں ہی ہانپ رہے ہیں۔

پہلے: وہ ڈلے والا نمک کھا کر بیمار نہ پڑتے تھے۔

اب: ہم آیوڈینو الا نمک کھا کر ہائی اور لو بلڈ پریشر کا شکار ہیں۔

پہلے: وہ نیم، ببول، کوئلہ اور نمک سے دانت چمکاتے تھے اور 80 سال کی عمر تک بھی چبا چبا کر کھاتے تھے۔

اب: کولگیٹ اور ڈاکٹر ٹوتھ پیسٹ والے روز ڈینٹیسٹ کے چکر لگاتے ہیں۔

پہلے: صرف روکھی سوکھی روٹی کھا کر فٹ رہتے تھے۔

اب: اب برگر، چکن کڑاہی، شوارمے، وٹامن اور فوڈ سپلیمنٹ کھا کر بھی قدم نہیں اٹھایا جاتا۔

پہلے: لوگ پڑھنا لکھنا کم جانتے تھے مگر جاہل نہیں تھے۔

اب: ماسٹر لیول ہو کر بھی جہالت کی انتہا پر ہیں۔

پہلے: حکیم نبض پکڑ کر بیماری بتا دیتے تھے۔

اب: سپیشلسٹ ساری جانچ کرانے پر بھی بیماری نہی جان پاتے ہیں۔

پہلے: وہ سات آٹھ بچے پیدا کرنے والی مائیں 80 سال کی ہونے پر بھی کھیتوں میں کام کرتی تھی۔

اب: پہلے مہینے سے ڈاکٹر کی دیکھ بھال میں رہتے ہوئے بھی بچے آپریشن سے ہوتے ہیں...اور دو بچوں کے بعد دی اینڈ۔

پہلے: کالے پیلے گڑ کی میٹھایاں ٹھونس ٹھونس کر کھاتے تھے۔

اب: مٹھائی کی بات کرنے سے پہلے ہی شوگر کی بیماری ہو جاتی ہے۔

پہلے: بزرگوں کے کبھی گھٹنے نہی دُکھتے تھے۔

اب: جوان بھی گھٹنوں اور کمر درد کا شکار ہیں۔

پہلے: 100 واٹ کے بلب ساری رات جلاتے اور 200 واٹ کا ٹی وی چلا کر بھی بجلی کا بل 200 روپیہ مہینہ آتا تھا۔

اب: 5 واٹ (5watts) کا ایل ای ڈی انرجی سیور اور 30 واٹ کے LED ٹی وی میں 2000 فی مہینہ سکیم بل نہیں آتا۔

پہلے: خط لکھ کر سب کی خبر رکھتے تھے۔

اب: ٹیلی فون، موبائل فون، انٹرنیٹ ہو کر بھی رشتے داروں کی کوئی خیر خبر نہیں۔

پہلے: غریب اور کم آمدنی والے بھی پورے کپڑے پہنتے تھے۔

اب: جتنا کوئی امیر ہوتا ہے اس کے کپڑے اتنے کم ہوتے جاتے ہیں سمجھ نہیں آتا کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ کیوں کھڑے ہیں؟ کیا کھویا کیا پایا؟

سائنس ہمارے لئے رحمت ہے یا زحمت ہے؟

***

جستہ جستہ

عطاء القادر طاہر

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ناراض ہے۔

سنا تھا اللہ جی جب ناراض ہوتے ہیں تو سجدے کی توفیق چھین لیتے ہیں۔اللہ جی نے اُمت مسلمہ پر اپنے گھر کے دروازے بند کر دیئے۔مساجد میں نہ آنے اور جمعہ کے اجتماعات پر پابندی کی باتیں چل رہی ہیں۔ایسے میں وہ جن کے ذمے اُمت کو رہنمائی کی ذمہ داری تھی وہ دلائل لا رہے ہیں کہ حفاظت کے لیے یہ اقدام اُٹھانا پڑتے ہیں۔کسی عالم دینِ، کسی کعبہ کے محافظ، کسی دینی رہنما، کسی قائد، کسی استاد، کسی علامہ کسی امیر المجاہدین، کسی امیر جماعت، کسی مولانا، کسی خطیب، کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اُمت سے اپیل کرے کہ لوگو استغفار کرلو، اللہ کو گڑ گڑا کر منا لو۔اُمت محمدی ﷺ سے اللہ ناراض ہیں تو اس رب کو منالو۔کاش کوئی رہبر اللہ کی ناراضی کو سمجھتا کہ وہ اللہ کیوں بے وقت کی بارشیں نازل فرما رہا ہے۔اس جبار نے کیوں ہم پر بیماری کا خوف مسلط کر دیا۔حالانکہ اس رب کا وعدہ ہے۔**اطعمھم من جوع و آمنھم من خوف**۔تو کیوں نہیں لوٹتے ہم رب کی طرف پہلے بھی کئی بار اس فورم پر کہہ چکا ہوں کہ اُمت کو اجتماعی توبہ کی ضرورت ہے لوگو رب کو منالو، اللہ سے کہو کہ اللہ آپ اتنے ناراض ہیں کہ ہم پر اپنے گھر کے دروازے بند کر دیے۔

اللہ ہم بحثیت مسلمان آپ سے معافی مانگتے ہیں آپ غفور ہیں آپ رحیم ہیں آپ نے ہر اس آیت کے آخر میں جہاں آپ نے لوگوں کو گناہوں سے منع کیا ایک خبر دی کہ واللہ غفور رحیم۔کہیں آپ نے کہا ان اللہ سمیع علیم کہیں آپ نے **رب اغفر وارحم وانت خیر راحمین**۔اللہ ہم معافی مانگتے ہیں اے اللہ آپ نے ہمارے انفرادی گناہ چھپایا ہیں۔اللہ ہم اس پر آپ کے شکر گزار ہیں لیکن اللہ ہمارے اجتماعی گناہ کی سزا اتنی بڑی نہ دیجیے کہ اپنے گھر کے دروازے بند کر دیں اللہ ہمارے اجتماعی گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ ہم منہ دکھانے کے قابل نہیں لیکن اللہ ہمیں اپنے اجتماعی گناہوں کا احساس ہی نہیں اللہ ہم نے ملک لیتے وقت جو وعدہ کیا تھا وہ ہم نے توڑ دیا اللہ ہم نے حیا کی ساری حدیں توڑ کر بے حیائی پسند کی اللہ ہم نے نکاح کی سنت چھوڑ کر زنا کو عام کرنے کی حوصلہ افزائی کی اللہ ہم بنی اسرائیل سے بھی بدتر ثابت ہوا اللہ ہمیں معلوم نہیں کہ ہمارے اجتماعی گناہوں کی فہرست کتنی لمبی ہے اللہ آپ نے نمرود کے لیے مچھر بھیجا تھا اے اللہ نمرود نے آپ کا انکار کیا تھا اللہ ہم تو آپ کیا قراری ہیں۔

آپ نے ہمارے لیے مچھر سے بھی سو گنا کم جراثیم بھیجا ہے۔اللہ بیماریاں پہلے بھی تھیں لیکن اللہ آپ تو بیماری اس لیے بھیجتے ہیں کہ مومنین کے گناہ معاف ہو جائیں لیکن اے اللہ یہ کیسی بیماری ہے جس نے ہمیں آپ کے گھر میں داخل ہونے سے روک دیا اللہ کیا ہم اس قابل نہیں کہ آپ کی گھر آسکیں اللہ ضرور ہم سے غلطیاں ہوئیں ہم آپ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں معاف کر دے۔اللہ اتنی بڑی سزا ہمیں نہ دیجیے ہم گناہوں کے پہاڑ اور سمندر لیے اپ کے گھر آتے تھے آپ معاف کر دیتے تھے اللہ آپ نے گھر کا راستہ ہی بند کر دیا۔اللہ پھر ہم کس در پر جائیں گے اللہ ہمیں یوں نہ دھتکاریے اللہ اس امت کو معاف کر دیجیے اللہ کیا اس امت میں ایک بھی ایسا نہیں جس کی وجہ آپ دعا قبول کر لیں۔اللہ جی آپ اپنے گھر کیدروازے کھول دیں ہم آپ کے در پر آنا چاہتے ہیں اللہ ہم سے بیماری کا خوف ہٹا دیجیے اللہ ہم نے سود شروع کر کے آپ کے خلاف اعلان جنگ کر رکھا ہے لیکن اللہ اس معاملے میں ہم بے بس ہیں ہمارے حکمران اس کے ذمہ دار ہیں لیکن اللہ وہ تو لاپرواہ ہیں آپ سے آپ ان کی سزا ہمیں نہ دیجیے اللہ ہمیں اپنی طرف لوٹا دیجیے اللہ ہماری توبہ قبول کر لیجیے اللہ ہمارا حشر ان مشرکین جیسا نہ کیجیے جن پر کعبہ کے دروازے بند ہیں اللہ آپ انفرادی گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں آج ہمارے اجتماعی گناہوں کو بھی معاف کر دیجیے، اللہ معاف کر دیجیے، اللہ معاف کر دیجیے، اللہ معاف کر دیجیے، اللہ، اللہ، اللہ، **أستغفر الله** **أستغفر الله** **أستغفر الله** رب کریم رحم کیجیے، اللہ ہم اس اُمت کو اکٹھا کرنے والا کوئی نہیں کوئی اُمت کو استغفار کے راستے پر لانے والا نہیں، اللہ میں اس فورم کے ذریعے اجتماعی معافی کی درخواست کرتا ہوں اللہ اس کو قبول کیجیے ہم سب اس دعا کو پڑھنے والے قومی مجرم کے طور پر اُمت کے مجرم کے طور پر معافی مانگتے ہیں۔اللہ معاف کر دیجیے اللہ معاف کر دیجیے اللہ معاف کر دیجیے، آمین آمین آمین اللہ یہ دکھاوے کی دعا نہیں یہ اُمت کو متوجہ کرنے کے لیے دعا ہے۔اللہ آپ اس اُمت کو توبہ کی توفیق دے دیں۔اللہ اس امت پر اپنی دروازے کھول دیں، آمین آمین آمین۔کرونا وائرس نے بت کدوں کو ویران

کر دیا، کعبہ بھی سنسان ہے، دیوارِ گریہ اور کربلا میں اتنا ویرانہ ہے کہ وہ خود پہ نوحہ کناں ہیں، ویٹی کن سٹی کے کلیساؤں میں ہُو کا عالم ہے، یروشلم کی عبادت گاہیں سائیں سائیں کر رہی ہیں۔ وضو کو کرونا کا علاج بتانے والے مذہبیوں نے کعبے کو زم زم کے بجائے جراثیم کش ادویات سے دھویا ہے، گئو موتر کو ہر بیماری کی دوا بتانے والے پنڈت کہیں منہ چھپائے بیٹھے ہیں، کلیساؤں کی گھنٹیاں پیروکاروں کے درد کا مداوا نہیں کر رہیں۔ کرونا وائرس نے عقیدت کا جنازہ نکال دیا ہے، شراب کو حرام بتانے والے الکوحل سواب کی مدد لے رہے ہیں، ارتقائے حیات اور بگ بینگ تھیوری کی بنیاد پر سائنس کو تماشہ کہنے والے لیبارٹریوں کی جانب تک رہے ہیں کہ یہیں سے وہ نسخہ کیمیا نکلے گا جو دنیا کے کروڑوں انسانوں کی زندگیاں بچا سکتا ہے۔ کرونا نے انسانوں کو illusion سے نکال کر ایک حقیقی دنیا کا چہرہ دکھایا ہے، اپنی بقا کی سوچ نے انسانیت کو مجبور کر دیا کہ وہ سچ کا سامنا کرے اور سچ یہی ہے کہ مذہبی عقیدے کی بنیاد پر تو شاید مکالمہ ہوسکتا ہے مگر مذہبی عقیدت کی بنیاد پر کبھی دنیا کے فیصلے نہیں ہو سکتے۔

(کریلا) ایک سبزی:

آپ جتنے بھی مصروف ہوں لیکن اس کو ایک سے زیادہ مرتبہ ضرور پڑھیں اور دوسرے دوستوں تک پہنچائیں۔ گرم پانی میں کڑوا کریلا کینسر کے سیلز کو ختم کرتا ہے۔ کڑوے کریلے کے 2/3 پتلے ٹکڑے گلاس میں ڈالیں اور گلاس میں گرم پانی ڈالیں، کریلا گرم پانی میں حل ہو کر اپنا اثر دیکھاتا ہے۔ روزانہ کم از کم ایک بار ضرور پئیں، یہ ہر کسی کے لیے مفید ہے، کریلا کے گرم پانی میں کینسر مخالف اثر پیدا ہوتا ہے۔ یہ دنیا طب کی قدرتی ادویاتی میں ایک نئی ترقی ہے جو کینسر کے علاج کے لیے مفید ہے۔ کریلا گرم پانی میں کس طرح انسان کی جلد کے اندر پیدا ہونے والے Tumor یعنی 'دانہ' وغیرہ پر اثر کرتا ہے، یہ پہلے ہی ثابت ہو چکا ہے۔ یہ ہر طرح کے کینسر کے علاج میں مدد دیتا ہے۔ کینسر کے علاج کے لیے کریلا کے کڑوا پانی کا استعمال Tumor کے نقصان دینے والے سیلز کو ختم کر دیتا ہے اور مزید صحت مند سیلز پر اثر نہیں کرتا، اس کے علاوہ Amlno acid کڑوے کریلے کا پانی، بلڈ پریشر کو متوازن رکھتا ہے۔ خون کے گردش کو برقرار رکھتا ہے۔ خون کے جمنے کو کم کرتا ہے اور رگوں میں Thrombosis کو روکتا ہے۔

اپنے الفاظ درست کیجئے۔ خواب اور خیال

کسی بھی زبان یا بولی کے الفاظ اور املا کا درست استعمال بہت اہم مسئلہ ہوتا ہے۔ عام لوگوں یا عام افراد کی جانب سے علمی یا تعلیمی غلطیوں کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی لیکن جب تعلیم یافتہ اور خاص طور پر ادیب، شاعر اور صحافی سمیت اہلِ قلم سے نہ صرف اس طرح کی غلطیاں سرزد ہوں بلکہ غلطیاں عام ہو جائیں تو پھر زبان و ادب پر اس کے نہایت منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اور زبان سنورنے کے بجائے بگڑنے لگتی ہے۔ ادیب و شاعر اور صحافیوں کی جانب سے ہونے والی علمی غلطیاں زبان و ادب کیلئے بہت خطرناک ہوتی ہیں کیوں کہ عام لوگ ان کی زبان و بیان پر اندھا اعتماد کر کے ان کی تقلید کرتے ہیں۔ اردو کے الفاظ و املا کی غلطیوں کی ایک طویل فہرست ہے لیکن میں یہاں پر اردو کے صرف 5 الفاظ کے بارے میں اپنی ناقص رائے دینے پر اکتفا کروں گا اور وہ 5 الفاظ معذرت، ذرا، ذرا، مشکور اور کارروائی کے ہیں۔ ادیب، شاعر اور صحافی حضرات کی اکثریت روزانہ سینکڑوں بار ان الفاظ کو غلط لکھتی ہے یہ حضرات معذرت کی بجائے معزرت ذرا کی جگہ پر زرا، ذراع کی جگہ پر زراع، شکر گزار کی جگہ پر مشکور اور کارروائی کے بجائے کاروائی لکھتے ہیں یعنی ''ذ'' کی جگہ پر ''ز'' اور ''کارروائی'' کی جگہ پر 2 رے کی بجائے ''کاروائی'' لکھتے ہیں مشکور کے لفظ کو تو غلط نہیں لکھا جاتا ہے لیکن اس کو نہایت غلط مفہوم اور معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

مشکور عربی کا لفظ ہے جس کے معنی شکر ادا کرنے کے ہیں لیکن یہ کسی اور کیلیئے استعمال کیا جاتا ہے مگر ہمارے یہاں اس کے اُلٹ اپنے استعمال کیا جاتا ہے جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ میں آپ کا مشکور ہوں یا عورت کی حیثیت میں، میں آپ کی مشکور ہوں۔ ایسا لکھنا اور کہنا دونوں غلط ہیں بلکہ اس کی جگہ پر درست لفظ یہ ہوگا کہ میں شکر گزار ہوں کیونکہ مشکور اس کو کہا جاتا ہے جس کا شکریہ ادا کیا جائے جس طرح معبود، مخدوم اور مشکور وغیرہ۔ معبود بمعنی جس کی عبادت کی جائے مخدوم کے معنی جس کی خدمت کی جائے اور اسی طرح مشکور یعنی جس کا شکر ادا کیا جائے یعنی مشکور وہ ہستی ہے جس کا شکر ادا کرنا ہوتا ہے تو اس لیئے مشکور کا شکر یا شکریہ ادا کرنے کی خاطر اپنے لئے شکر گزار کا لفظ استعمال کیا جانا چاہیئے نہ کہ مشکور۔ اس لیئے الفاظ کے استعمال میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے اور غلطی یا غلط فہمی کی صورت میں تصحیح، درستی اور اصلاح کی

ضرورت ہے۔ ہمارے یہاں اگر کسی کو اس کی علمی غلطی کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے تو مخاطب شخص بجائے خوش ہونے اور شکریہ ادا کرنے کے ناراض ہو جاتا ہے اس لیئے اس کا مناسب اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ کسی کو براہِ راست مخاطب کرنے کی بجائے اس طرح تحریر و تقریروں میں الفاظ کی درستی اور تصحیح کی کوشش کی جائے الفاظ کا غلط استعمال بہت عام ہو چکا ہے اس کیلئے ہم سب کو اپنے اپنے طور پر اصلاح اور تصحیح کرنے کی ضرورت ہے۔ انشاء اللہ یہ سلسلہ جاری رکھا جائے گا۔ اپنے الفاظ درست کیجئے۔

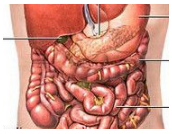

نظام انہضام بہتر بنائیں:

گڑ کے استعمال سے پیٹ کی کئی بیماریوں پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ گیس کی پیٹ، معدے کی جلن اور تیزابیت کی صورت میں گڑ کا استعمال فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ گڑ کھانے سے بھوک میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہر کھانے کے بعد تھوڑا سا گڑ کھانے سے گیس اور پیٹ کے بھاری پن سے نجات ملتی ہے۔ بواسیر کے مریض پکے نیم کی نمولی کے ساتھ گڑ کو ملا کر کھائیں تو اس مرض سے نجات پا سکتے ہیں۔ گڑ قبض کشا ہے، قبض کے مریض گڑ کے استعمال سے اس مرض سے چھٹکارا پا سکتے ہیں۔ خون کی بیماریوں پر قابو پائیں گڑ میں موجود آئرن، خون کی کمی دور کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ جب کہ بلڈ پریشر کے مریضوں کیلئے گڑ انتہائی مفید ہے، یہ بلڈ پریشر کنٹرول میں رکھنے میں کردار ادا کرتا ہے۔ یہ جگر کی صحت کیلئے بھی انتہائی مفید ہے۔ یہ خون کو صاف کرتا ہے جس سے جلد بھی نکھرتی ہے۔ یہ خون میں ہیموگلوبن کی مقدار بڑھاتا ہے۔ گلے کی بیماریوں سے محفوظ رکھے کھانسی اور گلے کی خراش میں گڑ کا استعمال مفید ہے۔ گڑ اور کالے تل کے لڈو کھانے سے کھانسی اور دمے سے نجات ملتی ہے۔ سرسوں کے تیل میں ہم وزن گڑ ملا کر ایک چمچ صبح شام کھانے سے کھانسی پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ گڑ کے چاول کھانے سے بیٹھا ہوا گلا ٹھیک ہو جاتا ہے۔ بلغم کی شکایت کی صورت میں گڑ کے ساتھ ادرک کا رس ملا کر کھائیں پھر اثر دیکھیں۔ کالے زیرے اور گڑ کا سفوف بنا کر کھانیسے ملیریا پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ موٹاپے پر قابو پائیں سفید چینی کے استعمال سے سے موٹاپے میں اضافہ ہوتا ہے۔ سفید چینی کی جگہ مٹھاس کیلئے گڑ کا استعمال نہ صرف موٹاپے پر کنٹرول کرتا ہے بلکہ بڑھے ہوئے پیٹ کو بھی کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ دماغی صحت کیلئے اکسیر۔ گڑ کا حلوہ کھانے سے یادداشت بڑھتی ہے اور حافظہ تیز ہوتا ہے۔ جن بچوں کو پڑھائی کے دوران یادداشت کا مسئلہ ہوتا ہے، انہیں صبح شام گڑ کھلانے سے حافظہ تیز ہوتا ہے۔ درد کا علاج۔ دردِ شقیقہ جسے آدھے سر کا درد بھی کہتے ہیں اس پر قابو پانے کیلئے دس گرام دیسی گھی میں بیس گرام گڑ ملائیں اور کھالیں۔ کمر درد کی صورت میں گڑ اور اجوائن کا سفوف ہم وزن ملالیں، پانچ پانچ گرام صبح شام کھانے سے افاقہ ملے گا۔

دن کے خواب:

میری دوسری شادی ہو جائے گی، سوچا بھی نہ تھا۔ دوستوں کو اطلاع بھی نہ کر سکا۔ بس آناً فاناً نکاح ہوا اور رُخصتی بھی ہو گئی۔ حیرت یہ ہے کہ بیگم نے خوشدلی سے اپنی سوتن کو بہن بنا لیا۔ بچے تو ماں کہہ کر لپٹ گئے۔ والدہ بھی شاد ہیں۔ میری نئی بیوی بے انتہا خوش اخلاق ثابت ہوئیں اور انہوں نے بھی سارے گھر کے افراد کو اپنا سمجھا۔ ہماری پہلی ملاقات پہلی بیگم کے ساتھ ہی ایک شاپنگ سینٹر کے کیفے ٹیریا میں ہوئی تھی۔ وہیں ہماری پہلی بیگم نے ان کو ہمارے لیے پسند کیا۔ کب بات شادی تک پہنچ گئی پتہ بھی نہ لگا۔ پہلی بیگم نے انتہائی ضد کر کے ہمیں ہنی مون پر بھیجنے کی تیاری کر رکھی ہے اور مصر ہیں کہ آپ دونوں ہنی مون پر جائیں جیسے آپ مجھے لے کر گئے تھے۔ کہتی ہیں کہ اگر پیسے کم پڑے تو وہ دینے کو تیار ہیں کیونکہ ان کی پچھلے دنوں ہی تین لاکھ کی کمیٹی نکلی ہے۔ میں کافی دیر سے یہ سوچ رہا ہوں کہ آخر وہ کون سے گھر ہوتے ہیں جہاں دوسری شادی کی وجہ سے جھگڑے ہوتے ہیں اور ایک جنگ کا سا ماحول ہوتا ہے۔ اپنے گھر کو دیکھتا ہوں تو جنت لگتا ہے۔ بیگم نے رات گیارہ بجے زبردستی ہم دونوں کو کمرے میں دھکیل کر دروازہ بند کر دیا۔ ساتھ ہی بچوں کو شور شرابے سے سختی سے منع کر دیا۔ آج صبح ناشتہ حجلہ عروسی میں پیش کیا اور اپنی ساتھی (سوتن لکھنے میں مجھے کوفت ہو رہی ہے) کو اپنے ہاتھوں سے نوالے بنا کر کھلائے۔ ساتھ ہی ساتھ چھیڑنے کے انداز میں کن انکھیوں سے ہم دونوں کو دیکھتی رہیں۔ ایسی بیویاں قسمت والوں کو ملتی ہیں۔ کل رات ہم ہنی مون پر ترکی نکل جائیں گے۔ بیگم نے یقین دہانی کروائی ہے کہ میری غیر موجودگی میں وہ بچوں کی فیس، بجلی کا بل، گھر کا راشن اور باقی ذمہ داریاں سنبھال لیں گی۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ سب بھی اپنے گھر میں یہ ماحول بنائیں۔ محبت سے رشتوں کو قائم رکھیں اور اپنی بیوی کو اعتماد میں لیں۔ دیکھیے کہ دوسری بیوی

ایک دن بعد ہی کہہ رہی ہے کہ تیسری میں آپ کے لیے خود تلاش کروں گی۔

(ناول ''بلی کے خواب میں چھچھڑے'' سے اقتباس)

نیلسن مینڈیلا ایک نوبل لیڈر:

دو دہائیوں سے زیادہ وقت جیل میں گزارنے کے بعد بالآخر ساؤتھ افریقہ کے صدر بن گئے تو اپنی سیکورٹی ٹیم کے ساتھ شہر گھومنے گئے اور وہیں راستے میں ایک ہوٹل میں کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ وہاں اُنہوں نے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنا کھانا آنے کا انتظار کر رہا، نیلسن مینڈیلا نے اپنے سیکورٹی افسر سے کہا اُس شخص سے کہیں اپنا کھانا لے کر ہماری میز پر آ جائے اور یہیں بیٹھ کر ہمارے ساتھ کھائے۔ وہ شخص آ گیا، کھانا کھانے کے دوران اُسکے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے، کھانا ختم کر کے وہ چلا گیا تو نیلسن مینڈیلا کا سیکورٹی افسر بولا یہ شخص بیمار لگتا تھا کیونکہ اسکے ہاتھ کانپ رہے تھے حالت بھی ٹھیک نہ تھی۔ نیلسن مینڈیلا نے جواب دیا نہیں یہ بیمار نہیں ڈرا ہوا تھا کہ شاید میں اسکے ساتھ وہی سلوک کرونگا جو یہ میرے ساتھ جیل میں کرنے کا عادی تھا۔ نیلسن مینڈیلہ نے بتایا کہ میں جس جیل میں قید تھا یہ وہاں گارڈ تھا، یہ مجھ پر شدید تشدد کیا کرتا، جب میں نڈھال ہو کر پانی مانگتا تو یہ میرے سر پر پیشاب کیا کرتا تھا، آج اسکے ہاتھ اس لیے کانپ رہے تھے کہ میں صدر ہوں اسے لگا میں انتقام لونگا لیکن انتقام ایک ایسا جذبہ ہے جو قوم کی تعمیر میں مدد دینے کی بجائے اسے بربادی کی طرف لے جاتا ہے جبکہ صبر اور صلہ رحمی کا جذبہ قوم کی تعمیر میں مدد دیتا ہے۔ نیلسن مینڈیلا نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے ایک تاریخی سچ ان الفاظ میں بیان کیا کہ کمزور شخصیت کے لوگ معاف کرنے میں تامل سے کام لیتے ہیں جبکہ مضبوط کردار کے لوگ معاف کرنے والے ہونگے۔

ایک انگریز کا قصہ:

ایک انگریز کو بچپن سے ہی یہ خوف تھا کہ جب وہ سوتا ہے تو اس کے بیڈ کے نیچے کوئی ہوتا ہے لیکن بڑا ہونے کے بعد اس کا یہ خوف دور نہ ہوا۔ بڑی سوچ بچار کے بعد وہ ایک ماہرنفسیات کے پاس گیا اور اسے اپنا مسئلہ بتایا کہ کوئی حل بتائیں نہیں تو میں اس خوف سے پاگل ہو جاؤنگا۔ ماہرنفسیات نے اسے کہا کہ مجھ سے علاج کروالو۔ ایک سال میں تمہارا یہ مسئلہ گارنٹی کے ساتھ حل ہو جائے گا۔ بس ہفتے میں تین دن تمہیں آنا ہوگا میرے پاس انگریز نے پوچھا اور آپ کی فیس کتنی ہوگی 200 ڈالر فی وزٹ، ماہرنفسیات نے بتایا۔ ہم، چلیں میں سوچ کر بتاتا ہوں، انگریز بولا۔ پھر کوئی ایک سال بعد اس گورے اور ماہرنفسیات کی کسی فنگشن پر ملاقات ہوئی تو ماہرنفسیات نے پوچھا کہ تم آئے نہیں میرے پاس گورے نے جواب دیا کہ میرا وہ مسئلہ میرے ایک پاکستانی دوست نے صرف ایک بریانی کی پلیٹ اور ایک بوتل پر دور کروا دیا اور آپ کی فیس کے پیسے بچا کر میں نے گاڑی بھی خرید لی ہے۔ ماہرنفسیات نے بڑی حیرانی سے پوچھا بھئی اس نے ایسا کیا علاج بتایا مجھے بھی بتاؤ پلیز گورا: پاکستانی دوست نے مشورہ دیا کہ بیڈ بیچ دو اور فرش پر گدا ڈال کر سویا کرو۔

ایک سابق آئی جی، ڈائریکٹر انٹیلیجنس کے انکشافات، دعوے یا الزامات

پاکستان سٹیل ملز کا چیئرمین عثمان فاروقی ہر مہینے زرداری کو ایک کروڑ پہنچاتا تھا۔ زرداری کے پاس بیگ تیار پڑے تھے۔ ہر بیگ میں ایک کروڑ روپیہ تھا۔ مشرف کے ساتھ نواز شریف کی ڈیل میں مجید نظامی اور میں شامل تھے۔

قومی اتحاد کی ایجی ٹیشن اور بھٹو کی پھانسی کے پیچھے اسرائیل کا ہاتھ تھا۔ ایجی ٹیشن کے دوران مولانا مودودی کے نام 30 لاکھ کا غیر ملکی چیک میں نے پکڑا۔ جماعت اسلامی کے دو اہم آدمی ہمارے لیے انٹیلی جنس کرتے تے اور پیپلز پارٹی کے تین جیالے بھی۔ کوثر نیازی تنخواہ پر کام نہیں کرتے تھے۔ کوئی کام کروا لیتے تھے۔ مولانا غلام غوث ہزاروی ہم سے پانچ سو روپیہ مہینہ لیتے تھے۔ جب میں نہیں پہنچتا تھا خود لینے کے لیے آ جاتے۔ کام کا بندہ وہی ہوتا ہے جو تھوڑی بہت مخالفت کرے اور اندر خانے حکومت کے لیے کام کرے۔ جب بھٹو صاحب پر مقدمہ چل رہا تھا تو پیپلز پارٹی کے تین جیالے امان اللہ خاں، غیاث الدین جانباز اور امیر حبیب اللہ سعدی ہمارے لیے مخبری کرتے۔ انہیں ہم نے سمن آباد کوٹھی لے دی تھی اور سہولتیں بھی فراہم کر دی تھیں۔ شیخ محمد رشید شیخوپورہ میں عورت بن کے دودھ بلو رہے تھے۔ انہی کی مخبری پر پکڑے گئے۔ نواب کالاباغ کو شراب اور عورت سے نفرت تھی۔ چودہری ظہور الٰہی کو انہوں نے حوالداری پر بحال کر کے ڈیوٹی پر طلب کر لیا تھا۔ مرتضیٰ بھٹو نے آصف علی زرداری کی ایک مونچھ کٹوا دی۔ دوسری انہوں نے خود منڈا دی۔ بے نظیر نے زرداری سے مرتضیٰ بھٹو کو صرف چھینٹی لگانے کا

کہا تھا۔فاروق لغاری بے نظیر کی حکومت ختم نہ کرتے تو ایک اہم آدمی قتل ہو جانا تھا۔جوارب پتی بھاگ گیا اس کی سفارش چودھری شجاعت نے کی۔بھٹو صاحب نے جنرل ضیاع سے کہا: میرے بھائی ضیاء الحق آپ اقتدار سنبھالیں۔میں قاسم بھٹی کے گھر مقیم رہا۔وہاں آٹھ من سونا زمین میں دفن تھا۔عبداللہ ملک اور پروفیسر ایرک سپرین اوپر کے لیول کے تھے، ڈائریکٹر انٹلی جنس بیورو کو ملنے والے۔ایرک سپرین کیمونزم کے متعلق میرا سورس تھے۔ دو دفعہ میں نے انہیں ماسکو کے لیے ٹکٹ لے کر دیا۔ایک جج دونوں پارٹیوں سے پیسے لیتا تھا لیکن فیصلہ انصاف پر کرتا تھا۔ہارنے والے کے پیسے واپس کر دیتا تھا۔نواب صادق حسین قریشی کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے نواز شریف نے اس کے نام 35 کنال کی سفارش کردی۔اقبال ٹکا نے راتوں رات 35 کنال پر قبضہ کرلیا۔نواز شریف نے ایم این ایز کے لیے سارے مالشیے ہالی ڈے اِن میں جمع کر لیے تھے۔جنرل ضیاء کے گورنر پنجاب جنرل جیلانی کو شراب ہلا کو خاں سپلائی کرتا رہا۔بندیال ضیاع کے قدموں میں بیٹھ گیا تو اس کے داماد کو سفیر لگا دیا گیا۔انور سیف اللہ ہیروئن میں پکڑا گیا تو غلام اسحق خاں اسے چھڑانے امریکہ پہنچ گئے۔بھٹو صاحب نے قرآن شریف پر لکھ دیا تھا کہ حُسنہ شیخ میری بیوی ہے۔اس کے گھر سے صرف وہی قرآن شریف چوری ہوا تھا۔بھٹو صاحب کی پہلی بیگم کے گھر نوڈیرو سے جب زیورات چوری ہوئے تو ایس پی لاڑکانہ پنجل خاں نے ممتاز بھٹو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بھٹو صاحب سے کہا: سائیں! چور تو آپ کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔

جنرل ضیاء الحق نے فوج کی پاسنگ آؤٹ پریڈ میں مولانا مودودی کی تفہیم القرآن بانٹی۔پھر بھٹو صاحب سے معافی مانگ لی۔بھٹو صاحب ہر ایک کی بے عزتی کر دیتے تھے۔اسی لیے جب انہیں اقتدار سے ہٹایا گیا تو ڈاکٹر مبشر حسن، حفیظ پیرزادہ، ملک معراج خالد اور کوثر نیازی وغیرہ جنرل ضیاع سے ملتے، تحفظ مانگتے اور اپنی وفاداری کا یقین دلاتے رہے۔جام صادق کو نصرت بھٹو نے باسٹرڈ کہا تو اس نے جواب دیا: اماں آپ نے بجا فرمایا۔پپو کے قاتلوں کو سرِ عام پھانسی اس لیے دی گئی تا کہ بھٹو کی پھانسی کے لیے لوگ ذہنی طور پر تیار ہو جائیں۔جرنیل بھٹو کو مئی جون 1978ء ہی میں پھانسی لگا دینا چاہتے تھے۔اِن کی پھانسی پر جنرل ضیا اور جسٹس انوار الحق متفق تھے۔

جنرل ضیاع کی ہدایت پر میں نے لیاقت باغ فائرنگ کیس تیار کر رکھا تھا۔کہ اگر سپریم کورٹ بھٹو کو چھوڑ دے تو پھر اس کیس میں انہیں پھانسی دی دی جائے۔بدنیتی کا یہ عالم تھا کہ قصاص اور دیت آرڈی ننس پاس ہونے کے باوجود اسے بھٹو کی پھانسی کے بعد نافذ کیا گیا۔مسعود محمود کو وعدہ معاف گواہ بنانے میں رابطہ کار سیٹھ عابد تھے۔

ضیاء الحق نے خود کو امیر المومنین بنانے کے لیے ریفرنڈم کا فیصلہ کرلیا تھا۔کھر نے جنرل ضیاء کو پریڈ میں اُڑانے کا پروگرام بنایا، سیٹھ عابد نے جا کے جنرل ضیاع کو بتا دیا اور اپنا سونا واپس لے لیا۔طاہرہ سید کو کھر نے فون کیا، آپ لندن جا رہی ہیں میں بھی لندن جا رہا ہوں۔اس نے جواب دیا: آپ جتنی مرضی کوشش کرلیں میں آپ کے قابو نہیں آسکتی۔نواز شریف سے پہلے ان کے روحانی باپ جنرل ضیاء الحق نے لفافوں کی تقسیم کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔حاجی صاحب نے بعض ایڈیٹروں کے نام بھی بتائے جنہیں جنرل ضیاع میرے بھائی جنرل مجیب کے ہاتھ لفافہ بھیجتے تھے۔مولوی مشتاق کی عدالت میں بم چلانے کی منصوبہ بندی انہی جیالوں نے ہمیں بتائی۔نور جہاں کے فون پر بھی ٹیپ لگائی لیکن جلد ہی ہٹا دی، کیونکہ وہ گندی گالیاں نکالتی تھی یا اپنے مخاطب سے کہتی تھی: سوہنیا، من موہنیا۔ضیاء الحق نے یہ جانتے ہوئے کہ انور شمیم کرپٹ ہے اسے ائرفورس کا چیف بنا دیا۔اس کی بیوی اپنا پرس کراچی بھول گئی۔پرس لانے کیلئے جہاز خاص طور پر کراچی بھیجا گیا۔جنرل ضیاع کے گورنر پنجاب جنرل جیلانی کو شراب ہلاکو خاں سپلائی کرتا تھا۔جنرل ارباب جہاں زیب نے ایسٹ پاکستان سے پچاس لاکھ روپے لوٹے تھے۔جنرل ضیا نے اسے سندھ کا گورنر لگایا تو ایک بری عورت کے پیچھے لگ گیا۔اس کے خاوند کو روزانہ پولیس سے جوتے لگواتا۔ایف کے بندیال جنرل ضیاع کے قدموں میں بیٹھ گیا تو جنرل ضیاء نے ان کے داماد کو کینیا میں سفیر لگا دیا۔انور سیف اللہ ہیروئن سمگلنگ میں پکڑا گیا تو غلام اسحق خاں اور کلثوم سیف اللہ دونوں اسے چھڑانے کے لیے امریکہ پہنچ گئے۔سابق ڈائریکٹر انٹیلی جنس و سابق آئی جی پولیس سندھ و پنجاب حاجی حبیب الرحمٰن نے یہ باتیں منیر احمد منیر کو انٹرویو میں 4226 سوالات کے جواب میں کیں۔جو ''کیا کیا نہ دیکھا'' کے نام سے کتابی صورت میں مکتبہ آتش فشاں لاہور (فون نمبر 03334332920) نے شائع کیا ہے۔ایک ہزار سے زائد صفحات کا یہ انٹرویو شاید اردو میں طویل ترین انٹرویو ہے۔

ڈھاکہ کی ادبی سرگرمیاں

سرور غزالی

غالب کا میزبان شہر اور اردو کا اٹوٹ رشتہ اُردو روڈ ڈھاکہ میں۔

ڈھاکہ یونیورسٹی میں 27 اور 28 جنوری کو ایک عالمی اردو کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں دنیا جہان میں پھیلے اُردو ادب کے اسکالرز جمع ہوئے اور شعبہ اردو ڈھاکہ یونیورسٹی جو 98 سال سے قائم ہے، کی ان کوششوں کو سراہا اور اردو کی بنگلہ دیش سے اُلفت اور اس دیش سے اردو زبان کی گہرے رابطے پر نظر غائر ڈالا۔ یہ تیسری عالمی اردو کانفرنس، اس کی تیاری اور اس کی یہ احسن و خوبی انتظام و اختتام سے ڈھاکہ کے اردو کے طلبا اور طالبات اور پروفیسر صاحبان نے اپنی اردو سے محبت کا حق ادا کر دکھایا۔ کانفرنس میں انتہائی اہم موضوعات پر گہرے دلائل کے ساتھ جو پر مغز مقالات اردو ادب کے چیدہ چیدہ مصنفین و محققین نے پیش کئے وہ اکیسویں صدی کے اردو ادب کے لئے ایک نشاطِ ثانیہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دو روزہ اس تقریب کے دوران ایک مشاعرہ بھی رکھا گیا۔ جس میں ڈھاکہ، راجشاہی سید پور اور بنگلہ دیش کے دیگر علاقوں کے علاوہ دنیا کے دس ممالک میں مقیم اردو زبان کے شعراء نے اپنا کلام پیش کیا۔ بنگلہ دیش میں اردو ادب پر بہت کام ہو رہا ہے۔ یہاں نثر اور نظم دونوں اسلوب میں بہت اہم ادبی شہ پارے جنم لے رہے ہیں۔ اردو زبان جو صرف محبت، علم و دانش اور حکمت کی زبان ہے۔ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی...کی مانند جہاں موقع ملے پھلنے پھولنے لگتی ہے۔ جبکہ ڈھاکہ کو تو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں ہمیشہ سے ہی اردو کے ناز نخرے اُٹھائے جاتے رہے ہیں۔ اور اسے اردو کے عظیم شاعر غالب کو بھی مہمان نوازی کا شرف حاصل رہا ہے۔ اور ڈھاکہ اردو فلم سازی کا اوّلین مرکز رہ چکا ہے۔ اُردو اور ڈھاکے کا یہ اٹوٹ ایک صدی پرانا رشتہ اب اکیسویں صدی میں داخل ہو چکا ہے۔ ڈھاکہ سے اردو کا ایک ادبی رسالہ، شاہکار بھی شائع ہوتا ہے۔ شعبہ اُردو کے پروفیسر صاحبان نے جو اُردو زبان پر عبور رکھتے ہیں اردو کی گرانقدر خدمت اور ترویج کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اُردو زبان تمام سیماؤں کے پار ایک عالمی زبان ہے جو صرف محبت، خلوص اور پیار کا نہ تھمنے والے چشمے کی مانند ہے۔ ان پروفیسرز صاحبان میں جناب ظفر احمد بھویاں، راشد احمد، محمود الحسن، غلام ربانی، حسین البنا، ام کلثوم ابو بشر، حفصہ اختر، کانفرنس کے انعقاد میں پیش پیش تھے۔ ان کے والہانہ جذبے اور ان کی کوششیں اُردو زبان کے بنگلہ دیش میں روشن مستقبل کی ضمانت ہیں۔ بنگلہ دیش سے اُردو زبان کے جن لکھاریوں نے اپنے مقالات پیش کیے ان میں مشہور افسانہ نگار ارمان شمسی، حسین البنا، سعدیہ ارمان، لطیف احمد، شامیول اسلام، رشید الاسلام اور دیگر اساتذہ اور طلباء اردو ادب شامل تھے۔ اردو کانفرنس کے پہلے روز اجلاس کے اختتام پر عالمی مشاعرہ میں جن بنگلہ دیشی شعراء کرام نے اپنے کلام پیش کیے ان میں شمیم زمانوی، صابر علی صابر، جلال عظیم آبادی، ہیکل ہاشمی، فرزند نوشاد نوری، سید افضل حسین ہمدم شامل تھے۔ مشاعرے میں اردو انشاء پردازی کے اعلیٰ اور مثالی کلام سننے کو ملے۔ کانفرنس میں لندن برطانیہ سے فہیم اختر، ناروے سے شائستہ حسن، کینیڈا سے قمر الہدیٰ، مصر سے ولا جمال، ہندوستان سے اسلم جمشید پوری، زاہد احمد، صوفیہ شریں، نیلوفر اختر، اور جرمنی سے خاکسار نے اپنے اپنے مقالہ جات پیش کیے۔ ڈھاکے کے علاوہ اُردو کا شعبہ راجشاہی میں بھی بہت فعال ہے۔

فیروز ناطق خسرو

ڈھلتی عمر کا سیاہ ہوں میں اب وہ آب و تاب کہاں
چھوٹ ستاروں کی چہرے پر ہاتھوں میں مہتاب کہاں
اپنے پاؤں کی آہٹ سے بھی اب تو ہم ڈر جاتے ہیں
پہلے سے حالات نہیں ہیں، پہلے سے اعصاب کہاں
دل اندر دھمال میں گم ہے باہر مٹی خاک بدن
جس قیمت یہ خاک پڑی ہے اس قیمت کمخواب کہاں
کل تم جس تالاب کنول کا ذکر غزل میں کرتے تھے
چھوٹے بچے پوچھ رہے ہیں اب ہے وہ تالاب کہاں
زیر زبر اور پیش کی بندش سے خسرو آزاد ہیں ہم
پڑھنے لکھنے والے جانیں لگتے ہیں اِعراب کہاں

ملک عابد علی عابد

اک ابر عظیم کی آمد سے صحرائے جہاں گلزار ہوئے
وہ حسن زمیں پر اترا یوں کہ دشت بھی لالہ زار ہوئے
ہم آج تلک بھی زخموں کا وہ بوجھ اٹھائے پھرتے ہیں
جو سنگ گرے تھے جذبوں پر جو نشتر دل کے پار ہوئے
کبھی تیروں کی بارش میں تو کبھی نیزوں پہ ترا نام لیا
وہ ہم ہی تھے جو تیرے لیے قربان کئی سو بار ہوئے
وہ ذات تمہاری تھی جو ہمیں جنت سے یہاں تک لے آئی
ہم وصل جہاں آباد جو تھے ہم ہجر دیار یار ہوئے
یہ پیار کا عابؔد جادو ہے سر پر جو چڑھ کر بولے ہے
جو کل تک جان کے دشمن تھے وہ آج مرے غمخوار ہوئے

انیس ندیم جاپان

بدلیں گے دعاؤں سے یہ حالات کرونا
ٹل جائے گی تقدیر سے آفاتِ کرونا
بدلیں گے دعاؤں سے یہ حالات کرونا
رحمت سے خداوند کی مایوس نہ ہو تم
وا اس کا ہے در آؤ مناجات کرونا
آئیگی بہار اب کے تو پھر پھول کھلیں گے
ہلکان نہ رو رو کے یُوں دن رات کرونا
بے چین، فکر مند، پریشان ہو گر تم
سجدوں میں بیاں سارے یہ حالات کرونا
ویران ہیں معبد تو کلیسا بھی ہے خالی
دکھلائے گا کیا کیا یہ کرشمات کرونا
مجبورہیں لاچار ہیں مشرق ہو یا مغرب
چہروں سے ہویدا ہیں علامات کرونا
ہر شخص حجابوں میں نقابوں میں ہیملبوس
دیکھی ہیں عجب ہم نے کرامات کرونا
ہر شہر قرنطینہ و سُنسان پڑا ہے
ہر ملک میں ارزاں ہے یہ سوغات کرونا
مشکل ہو پہاڑوں سی تو ٹل جاتی ہے اس سے
اخلاص سے کچھ صدقہ و خیرات کرونا
غفلت کو کرو دُور کرو راضی خدا کو
الفت کی محبت کی شروعات کرونا

SARMAD GLOBAL
CHARTERED ACCOUNTANTS

QUALIFIED CHARTERED ACCOUNTANTS
WITH BIG 4 EXPERIENCE

FREE TELEPHONE / EMAIL & WHATSAPP SUPPORT

- ✓ Company incorporation / Registered Office Address
- ✓ Personal Income Tax Return investigations,
- ✓ Rental Income Tax Returns
- ✓ UK State Pension Entitlement Review
- ✓ Advice on filling Gaps in UK State Pension
- ✓ UK State Pension / (Contracted Out) Tracing
- ✓ Private UK Pension Tracing.
- ✓ Assets Review for Inheritance Tax
- ✓ Appealing-Past years HRMC Penalties
- ✓ Preparation / Filing of Prior year tax returns
- ✓ Duplicate-Payslips/ P60s

ICAEW CHARTERED ACCOUNTANTS

SARMAD KHAN ACA, FCCA

OFFICE 115 LONDON ROAD MORDEN SURREY SM4 5HP UK
TEL +44(0)208 646 3666 FAX +44 (0)208 082 5002
E-MAIL: INFO@SARMADGLOBAL.COM
WEB. WWW.SARMADGLOBAL.COM
CELL +44 (0) 7903 416966

SAAMS FUNCTION HALL
Catering & Event Management

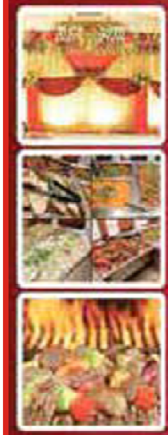

Services Available
- Catering Service
- Special Events
- Corporate Event
- Linen
- Crockery
- Cutlery
- Fresh Flowers
- Drinks
- Stages Decore
- Barbecue Hire

Enquire for a Booking
We Take reservations Everyday

Catering to your requirments
Cell:07883 815195

Under New Management
Newly Refurbished function Hall

TRANSLATIONS
ENGLISH - URDU

ATA TAHIR
DPSI ENGLISH LAW

IOLET DIPLOMA IN PUBLIC SERVICE
Interpreting Urdu-English Law

07818210181
atatahir@hotmail.com

SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952

Timeless Jewels, Priceless Memories

Diamond • Gold • Kundan • Bespoke • Bridal Jewellery
Jewellery Repairs • Bullion Dealer • Best Jewellery Appraisal

WEDDING | PARTY | EVERYDAY

/SharifJewellers

LONDON
28 London Road, Morden
United Kingdom, SM4 5BQ
+44 (20) 3609 4712
+44 (0) 7405 929 636

RABWAH
Aqsa Road, Rabwah
Pakistan, 35460
+92 (47) 6212515
+92 (0) 307 465 7777

HEATING LTD.

24/7
EMERGENCY SERVICE

Domestic & Commercial
Contact: 07722 222 965
www.247breakdownsolution.co.uk

RASHID & RASHID
Solicitors, Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths

راشد احمد خان
وکیل (پرنسپل)

Benefit with very competitive rates, tailored advice & service to suit your specific needs, 24 hour response to all online enquiries and our many years of experience
www.rashidandrashid.co.uk

مناسب ریٹس میں آپ کی مخصوص ضروریات کے تحت موزوں مشورہ، 24 گھنٹے آن لائن سروس اور ہمارا سالوں کا تجربہ

- Asylum & Immigration
- New Point Based System
- Settlement Application (ILR)
- European Law
- Nationality & Travel Documents
- Human Rights Applications
- High / Court of Appeals
- Family Matters and Divorce
- Switching Visas
- Over Stayers
- Legacy Cases
- Work Permits
- Visa Extensions
- Judicial Reviews
- Tribunal Appeals
- Student appeals

- اسائلم/سیاسی پناہ اور امیگریشن
- نیا پوائنٹ بیسڈ امیگریشن سسٹم
- ویزا میں تبدیلی
- ویزا توسیع/ایکسٹینشن
- سیٹلمنٹ درخواست (ILR)
- یورپین قانون
- اوورسٹیئرز
- جوڈیشل ریویو
- نیشنیلٹی اور سفری دستاویزات
- درخواست برائے انسانی حقوق/ہیومن رائٹس
- وراثتی معاملات/لیگیسی کیس
- ٹرائبیونل اپیل
- ہائی/کورٹ آف اپیل
- طلاق ودیگر خاندانی معاملات
- ورک پرمٹ
- سٹوڈنٹس اپیل

FREE CONSULTATION & LEGAL ADVICE
24 Hours Emergency Numbers

مفت قانونی مشاورت
24 گھنٹے ایمرجنسی سروس

07878 33 5000 / 07774222062

RASHID & RASHID LAW FIRM
211, The Broadway, Southall, UB1 1NB.
Near McDonalds Southall.
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

190 Merton High Street, Wimbledon
London SW191AX
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

راشد اینڈ راشد لاء فرم
211، دابراڈو، ساؤتھ ہال، UB1 1NB نزد میکڈونلڈز ساؤتھ ہال
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

190 میرٹن ہائی سٹریٹ، ویمبلڈن
لندن SW19, 1AX
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

SOW THE SEEDS OF LOVE